المرشد

ماہنامہ

چکوال

اللہ
رسول
محمد

اکتوبر
2003ء

قد افلح من تزکی وذکر اسم ربہ فصلی

القرآن الکریم

ترجمہ

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

"عراق میں اصل جنگ اب شروع ہوئی ہے"

(امیر محمد اکرم اعوان)

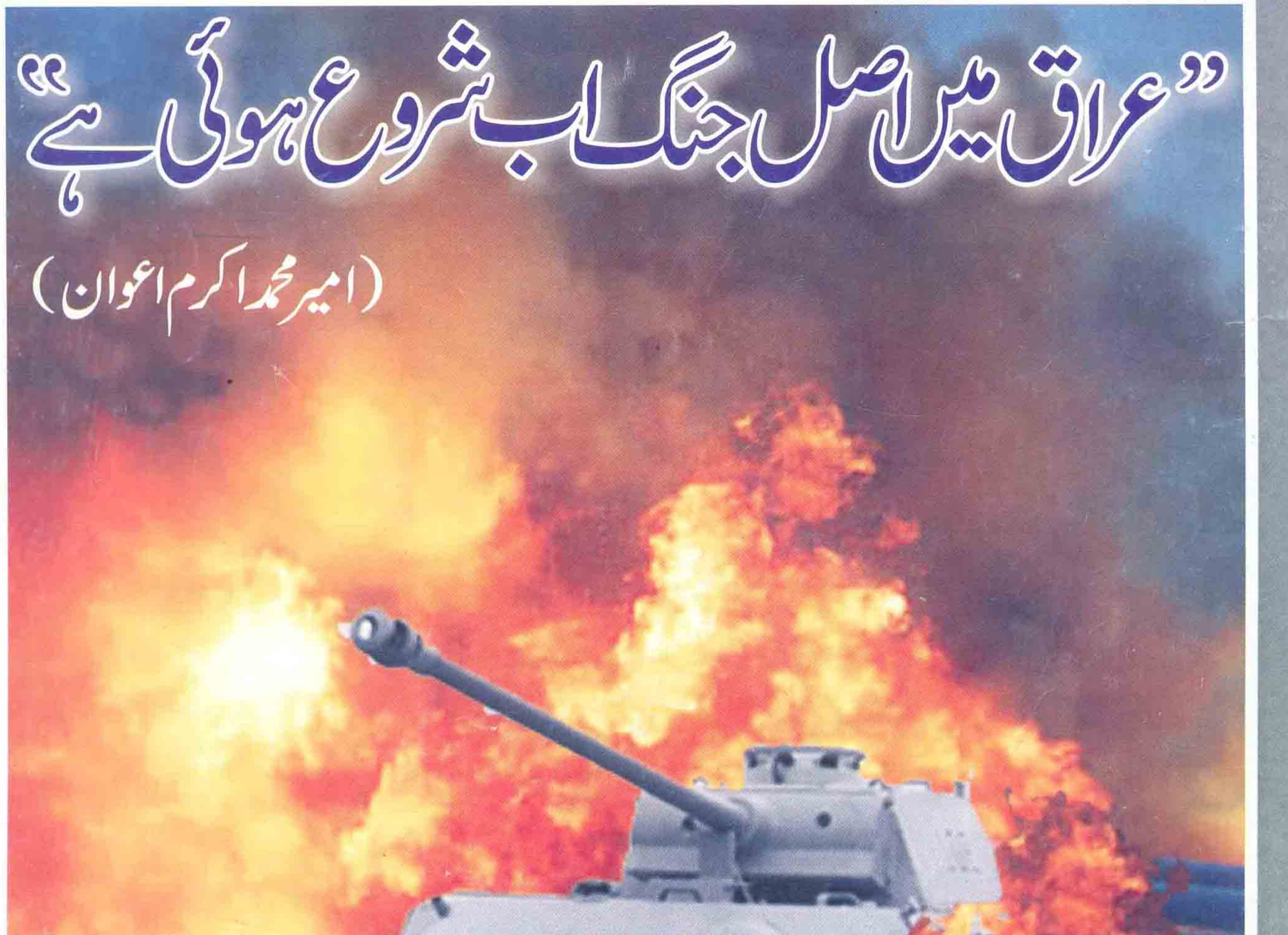

المُرشد

ماہنامہ چکوال

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

اکتوبر 2003 شعبان، رمضان 1424ء

جلد نمبر 25 ٭ شمارہ نمبر 3

مدیر ـــــ چودھری محمد اسلم

مجلس ادارت

اعجاز احمد اعجاز ٭ سرفراز حسین

سرکولیشن مینجر : رانا جاوید احمد

کمپیوٹر ڈیزائننگ اینڈ لے آؤٹ

رانا شوکت حیات، محمد ندیم اختر

قیمت فی شمارہ 25 روپے

LRL # 41

اس شمارے میں

1- (اداریہ)	محمد اسلم	3
2- انٹرویو امیر محمد اکرم اعوان	ڈاکٹر شاہد مسعود (ARY)	4
3- حلوے میں ہڈی	امیر محمد اکرم اعوان	7
4- غلبہ اسلام	امیر محمد اکرم اعوان	9
5- دو سوال	امیر محمد اکرم اعوان	18
6- علماء کی ناقدری کی وجوہات اور اُن کا حل	امیر محمد اکرم اعوان	22
7- نجات اور فیصلوں کی رات	حافظ عتیق الرحمان	31
8- محفوظ اوراق	امیر محمد اکرم اعوان	35
9- باسعادت موت	حفیظ الرحمان	43
10- من الظلمتِ الی النور	محمد اجمل	44
11- حضرت بایزید بسطامیؒ	الطاف قادر گھمن	46
12- جنت کی حقیقت	امیر محمد اکرم اعوان	49
13- تاثیر محبت	امیر محمد اکرم اعوان	58
14- باتیں اُن کی خوشبو خوشبو	حضرت مولانا اللہ یار خانؒ	64

بدل اشتراک	سالانہ
پاکستان	250 روپے
بھارت / سری لنکا / بنگلہ دیش	
مشرق وسطی کے ممالک	100 ریال
برطانیہ۔ یورپ	30 اسٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	60 امریکن ڈالر
فار ایسٹ اور کینیڈا	60 امریکن ڈالر

انتخاب جدید پریس ـ لاہور 042-6314365

ناشر۔ پروفیسر عبدالرزاق

رابطہ آفس = ماہنامہ المُرشد اے۔ٹی۔ایم۔بلڈنگ، پل کوریاں، سمندری روڈ، فیصل آباد۔ فون 041-668819

Web Site : www.alikhwan.org.pk

E.Mail : info@alikhwan.org.pk

سرکولیشن آفس = ماہنامہ المُرشد، اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ، ٹاؤن شپ، لاہور۔ فون 042-5182727

اداریہ — اصل جنگ تو اب شروع ہوئی ہے

عراق میں آئے روز امریکیوں پر چھاپہ مار حملے ہورہے ہیں۔ امریکہ اور اس کے اتحادیوں کو روزانہ بھاری جانی اور مالی نقصان اٹھانا پڑ رہا ہے۔ کہیں امریکی ٹینکوں کو جلایا جارہا ہے اور کہیں گشت کرتے فوجی دستوں کو نشانہ بنایا جارہا ہے غرض کہ امریکہ کو ہر جگہ پر سخت مزاحمت کا سامنا ہے۔ الیکٹرانک میڈیا، اخبارات اور جرائد عراق میں امریکہ کو پہنچنے والے نقصان کی خبروں سے بھرے پڑے ہیں۔

دوسری طرف عراق میں لڑنے والے امریکی فوجیوں کی مائیں اور بیویاں پریشان ہیں۔ گزشتہ دنوں ٹی وی پر ان امریکی فوجیوں کے اہل خانہ کے انٹرویو نشر ہوئے۔ ان خواتین کا کہنا تھا عراق سے جب بھی کسی فوجی کے مارے جانے کی خبر آتی ہے تو انہیں یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ان کا بیٹا یا شوہر مارا گیا ہے۔ یوں ایسی خبریں سن کر وہ روزانہ مرتی ہیں اور روزانہ جیتی ہیں۔ اس کے علاوہ جب عراق میں مارے جانے والے فوجیوں کی لاشیں امریکہ کے مختلف شہروں میں پہنچتی ہیں تو وہاں کے عوام کا غم وغصہ انتہا کو پہنچ جاتا ہے۔ امریکی عوام سمجھتے ہیں کہ انہیں ایک ایسی جنگ میں دھکیل دیا گیا ہے جہاں پر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کا نقصان بڑھتا جارہا ہے۔ امریکی حکومت نے بھی اس جنگ کے بارے بہت غلط اندازے لگائے تھے۔ وہ سمجھتی تھی کہ وہ بہت جلد عراق کے نظم ونسق پر قابو پالے گی۔ امریکہ کا خیال تھا کہ عراق پر قبضہ کرنے کے فوری بعد وہ اس کے وسائل اور تیل کے ذخائر کا کنٹرول سنبھال لے گا اور عراقی شہری انہیں خوش آمدید کہیں گے۔ لیکن وقت نے ثابت کردیا کہ امریکی حکومت کے تمام اندازے غلط ثابت ہوئے اور امریکہ کو عراق میں ہر موڑ پر سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

عراق کی جنگ کے بارے میں امیر محمد اکرم اعوان نے فرمایا تھا کہ عراق پر امریکی قبضے کے بعد وہاں پر اصل جنگ شروع ہوگی۔ عراق کے موجودہ حالات کو دیکھا جائے تو امیر محمد اکرم اعوان کی بات بالکل درست ثابت ہورہی ہے آئے روز امریکی فوجیوں کی ہلاکتیں دیکھ کر کہا جاسکتا ہے کہ عراق میں اصل جنگ اب شروع ہوئی ہے اور اس جنگ کے شروع ہونے پر امریکی فوج بوکھلاہٹ کا شکار ہوگئی ہے اور اسے کوئی سمجھ نہیں آرہی کہ وہ عراق میں اپنے قدم کیسے جمائے؟ امریکی فوجی اسی بوکھلاہٹ میں عراق کے نہتے شہریوں پر فائرنگ کردیتے ہیں اور یوں عام شہریوں کی ہلاکت کے کئی ایک واقعات رونما ہوچکے ہیں۔

ہم سمجھتے ہیں کہ امریکہ کی بہتری اسی میں ہے کہ وہ مزید تباہی سے بچنے کے لئے فوری طور پر عراق سے نکل جائے اور عراق کے عوام کو اپنی مرضی کی حکومت بنانے اور اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنے کا موقع فراہم کرے۔ گو کہ دوسروں کے معاملات میں ٹانگ اڑانا امریکہ کی پرانی عادت ہے اور اسی عادت کے تحت کبھی ویتنام، کبھی صومالیہ اور کبھی افغانستان پر چڑھائی کرتا ہے لیکن اب عالمی رائے عامہ بہت تبدیل ہوچکی ہے اور پوری دنیا کے عوام اپنی عزت نفس اور آزادی کا تحفظ کرنا جان چکے ہیں۔ خاص طور پر مسلمان تو اپنی آزادی اور سالمیت پر سمجھوتہ کرنے کیلئے کسی صورت بھی تیار نہیں ہیں۔ ایسے میں امریکی قیادت نے ہوش مندی سے کام نہ لیا تو پوری دنیا تباہی کے دہانے پر پہنچ جائے گی۔

امیر محمد اکرم اعوان کا

ARY ٹیلی ویژن کو انٹرویو

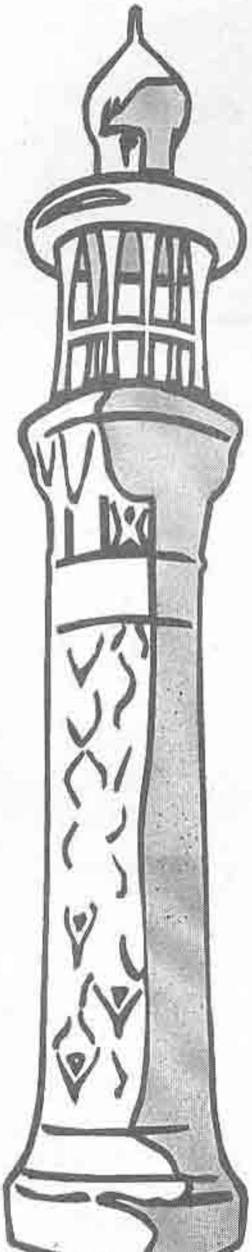

اخبارات' جرائد اور مختلف ٹی وی۔ چینلز امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ' العالیٰ سے انٹرویو لیتے رہتے ہیں۔ ہماری کوشش ہوتی ہے کہ ہم امیر الاخوان کا وہ پیغام قارئین المرشد کو بھی پہنچا سکیں۔مورخہ 04-09-03 کو کراچی کے ڈیجیٹل چینل ARY نے امیر محمد اکرم اعوان سے انٹرویو لیا جس میں ڈاکٹر شاھد مسعود میزبان تھے۔ انھوں نے امیر الاخوان سے نفاذ اسلام کے سلسلہ میں افغانستان اور عراق کی صورتحال پر بھی تبادلہ خیال کیا۔اس انٹرویو کو بغیر کانٹ چھانٹ کے قارئین کیلئے پیش کیا جا رہا ہے۔(ادارہ)

سوال :- مولانا صاحب آپ کی تنظیم ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کیلئے کیا کررہی ہے۔ ایک یہ ہوتا ہے کہ تنظیمی طور پر لوگوں کی سوچ تبدیلی کی جائے یا پھر حکومت کی ....

جواب :- ہم دوطرفہ کام کررہے ہیں لوگوں کی سوچ تبدیل کرنے کا کام بھی کررہے ہیں اور حکومت کے ساتھ بھی ہماری کوشش رہتی ہے کہ ملک میں اسلامی نظام نافذ کیا جائے۔

سوال :-:- مولانا صاحب بے شمار ایسی تنظیمیں ایسی جماعتیں ہیں جو اسلام کی بات کرتی ہیں۔ جماعت اسلامی' جمعیت علمائے اسلام' جمعیت علمائے پاکستان اور لاتعداد تنظیمیں ہیں۔ آپ کی تنظیم کچھ مختلف ہے اور آپ کے جو خیالات ہیں وہ بھی ہمیشہ سے کچھ مختلف رہے ہیں۔ آپ کس طرح سے...... دیکھتے ہیں۔ اپنے آپ کو باقی ان تمام تنظیموں کے ساتھ۔

جواب :- فرق یہ ہے کہ باقی جو تمام تنظیمیں ہیں وہ اقتدار حاصل کرکے خود تبدیلی کرنے کا دعویٰ کرتی ہیں۔ کہ ہمیں اقتدار دیا جائے ہم تبدیلی لائیں گے ہماری جو تنظیم الاخوان ہے۔ ہماری کوشش یہ ہے کہ اقتدار ہمیں ملے یا کسی کے پاس رہے یہ ضروری نہیں ہے۔ ضروری یہ ہے کہ جو بھی اقتدار میں ہے وہ مثبت تبدیلیاں لائے۔

سوال :- اچھا یعنی آپ یہ سمجھتے ہیں کہ جو موجودہ گورنمنٹ ہے۔ پریذیڈنٹ مشرف کی تو کیا موجودہ حکومت بھی آپ کے خیالات کے مطابق جو اسلامی ریاست ہے اسے قائم کرسکتی ہے۔

جواب :- بالکل قائم کرسکتی ہے کیوں نہیں کرسکتی۔ کیا رکاوٹ ہے؟ ہمارے مذاکرات میں جو بنیادی اہمیت حاصل تھی۔ کہ معاشی نظام کی اصلاح کی جائے اور بنیاد رکھی جائے کہ بنکوں کو بلاسودی کردیا جائے۔ اور جن لوگوں کے بنک میں پیسے ہیں انہیں منافع سے شیئر Share دیا جائے۔ اور اس پہ بہت کام ہوا حکومت قائل بھی ہوگئی حکومت نے اعلان بھی کردیا کہ یکم جولائی سے نافذ کیا جائے گا۔ اس کے بعد افغانستان کے حالات درمیان میں آئے۔ یا کچھ اور بین الاقوامی حالات آگئے تو وہ رہ گیا۔ لیکن اگر یہ بھی ہوجاتا۔ تو اتنا بڑا انقلاب تھا کہ عام آدمی جس کے پیسے بنک میں ہیں اور اسے چار فیصد یا پانچ فیصد سود ملتا ہے۔ وہ پچیس تیس فیصد منافع حاصل کرسکتا تھا۔

سوال :- مولانا صاحب آپ کو کچھ سال پہلے ظاہر ہے کہ پوری دنیا کے میڈیا نے آپ کی طرف Consulatate کیا تھا آپ نے کہا تھا کہ ہم اسلام آباد کی طرف سے مارچ کریں گے۔ آپ کے ساتھ تین لاکھ کے قریب آپ کے جو رفقاء تھے اور آپ نے ایک ڈیڈ لائن دی تھی کہ اگر اس تاریخ تک اسلامی ریاست کا اعلان نہیں کیا گیا۔ تو ہم قوت کے ذریعے اسلامی ریاست قائم کردیں گے۔ تو اب آپ کے خیالات میں یعنی کچھ تبدیلی ہے۔

جواب :- نہیں۔ اس وقت بھی ہم نے کہا تھا کہ جب حکومت نظام تبدیل کرنا چاہتی ہے حکومت نے اعلان کیا تھا کہ ہم نظام تبدیل کریں گے تو ہم نے یہ کہا تھا کہ اگر حکومت نظام تبدیل کرنا چاہتی ہے تو کیوں نہ اسلامی نظام نافذ کیا جائے۔ اگر پرانا کوئی نظام تبدیل کرنا ہے۔ اسلامی نظام کیوں نہ نافذ کیا جائے۔ اور اگر ہماری یہ بات نہ سنی گئی تو ہم اسلام آباد آئیں گے اور اسلام آباد آکر سنائیں گے تو اس پہ حکومت نے یہاں آکر ہماری بات سن لی اور اس پہ ڈائیلاگ Dialogue چلتا رہا جیسے میں عرض کررہا ہوں کہ بنکنگ کا سسٹم تو طے ہوگیا اور ہم نے زکوۃ کے نظام کی بات کی تھی کہ اسے باقاعدہ Setlize کیا جائے ہماری سات کھرب عشر اور زکوۃ بنتی ہے۔ صدقات عشر زکوۃ تخمیناً اور ساڑھے چھ کھرب ہمارا بجٹ ہے اور اگر اسے Setlize کیا جائے تو اس پہ عام آدمی کو بہت فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ اور ٹیکس سسٹم جو ہے ریونیو Revneue جو ہے وہ پچاس پرسنٹ

آف ہوسکتا ہے۔ وہ بات بھی حکومت نے سنی۔

سوال :- مولانا صاحب آپ کی تنظیم کا جو نام آتا ہے میں انٹرنیٹ پہ پرانے حقائق ڈھونڈ رہا تھا۔ تنظیم الاخوان کے حوالے سے تو بہت جگہوں پہ کوڈ کیا گیا آپ کو بنیاد پرست انتہا پسند کچھ جگہوں پہ جہادی تنظیم کہا گیا تو یہ آپ کی تنظیم کے بارے میں الفاظ استعمال ہوئے ہیں تو آپ ان ٹرمینالوجی کو آپ کس طرح دیکھتے ہیں۔ جو پچھلے دو تین سالوں سے بہت زیادہ استعمال ہونے لگے ہیں۔

جواب :- اگر بنیاد پرست اس حوالے سے کہا جائے کہ ہم اسلامی عقائد اور نظریات پر جمے ہوئے ہیں اور ان میں کسی تبدیلی کو قبول نہیں کرتے تو یہ تو درست ہے۔ جہاں تک انتہا پسندی کی بات ہے تو یہ محض لوگوں کی ایک سوچ ہے انتہا پسندی یہ ہوتی ہے کہ آدمی اپنی سوچ کسی پہ مسلط کرنا چاہتا ہے۔ اور دوسرے کی بات سننا گوارا نہ کرے میرے خیال میں انتہا پسندی یہ ہے جبکہ ہم تو اپنی سوچ نہیں ہم تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف بلاتے ہیں جو تمام مسلمانوں کا ایک مشترکہ ایمان اور عقیدہ ہے اس میں ہم اپنی سوچ تو مسلط نہیں کرنا چاہتے انتہا پسندی والی بات درست نہیں ہے جہاں تک بنیاد پرستی کی بات ہے تو سمجھو کہ سارا مغرب ہی بنیاد پرست ہے۔ کیا عیسائی اپنی بنیاد پر آج بھی اس دور میں بجلی کے زمانے میں موم بتیاں جلا کر نہیں بیٹھے ہوئے۔

اس عہد میں بھی کاغذ کی پوشاک پادری نے نہیں پہنی ہوئی اور عصا پکڑا ہوا۔ ساری دنیا اپنی بنیاد پر ڈٹی ہوئی ہے۔

سوال :- اچھا مولانا صاحب میں آپ سے آخری بات ہی پوچھوں گا کہ اب جو افغانستان کی تازہ ترین صورتحال ہے۔ آپ کیسے دیکھ رہے ہیں وہاں یہ آپ کی نظر میں جو لڑائی لڑی جارہی ہے۔ آپ کیسے دیکھ رہے ہیں وہاں یہ آپ کی نظر میں جو لڑائی لڑی جارہی ہے یا امریکہ کے اتحادیوں کے خلاف عراق میں جو لڑی جارہی ہے کیا وہ جہاد ہے۔ آپ کی نظر میں کیا آپ اسے جہاد سمجھتے ہیں۔

جواب :- جی بالکل جہاد ہے۔ جب ان پر ان کے خلاف چیزیں مسلط کی جارہی ہیں۔

اپنے ملک میں آزادی اپنے حق کے لئے لڑ رہے ہیں تو اور آپ جہاد کس بات کو کہیں گے۔

سوال :- آپ سمجھتے ہیں کہ آنے والے دنوں میں انہیں اس کوشش میں کامیابی ملے گی۔

جواب میں نے اس بات کا جواب امریکن ٹیلی ویژن کو بھی دیا تھا افغانستان کے معاملہ میں یہاں مجھ سے ملنے آئے تھے انہوں نے کہا تھا کہ آپ کا کیا خیال ہے امریکہ افغانستان کو فتح نہیں کرے گا۔ میں نے کہا جی ضرور کرلے گا۔ لیکن جب Capture کرے گا تب اصل جنگ شروع ہوگی جب آپ بھی زمین پر ہوں گے اور وہ لوگ بھی زمین پر ہونگے تب اصل لڑائی شروع ہوگی۔ اور وہی ہوا اور عراق میں بھی وہی ہورہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ افغانیوں کو اور عراقیوں کو بھی حق حاصل ہے کہ وہ اپنے ملک میں جس طرح چاہیں زندگی گزاریں۔ میں نہیں سمجھتا کہ امریکہ کو ان پر کوئی اپنی فوج اور فکر مسلط کرنی چاہئے۔

سوال :- مولانا صاحب آپ کا بہت شکریہ آج پہلی مرتبہ آپ سے بات ہوئی اور انشاء اللہ آنے والے دنوں میں آپ سے تفصیلی گفتگو ہوتی رہے گی بہت شکریہ مولانا صاحب۔

جواب :- انشاء اللہ بہت مہربانی جزاک اللہ۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆ (بشکریہ ARY)

حلوے میں ہڈی

امیر محمد اکرم اعوان

برصغیر میں مسلمان کم وبیش ہزار سال برسراقتدار رہے اوراس میں یہاں کے ہندوؤں کو برابر کا شریک رکھا اگر کوئی حکمران کمزور نظر آتا ہے تو اس کے خلاف ہندو باغی کھڑے دکھائی دیتے ہیں۔ تاریخ کے جھروکوں میں جب کوئی مسلمان حکمران طاقتور اور مضبوط نظر آتا ہے وہاں یہ امراے سلطنت میں وزراء کی صف میں نظر آتے ہیں۔ بے شمار ہندو مسلمان حکمرانوں سے جاگیریں حاصل کر کے راجے مہاراجے کہلائے۔ حکومتی اقتدار واختیار کے ساتھ اصل کام مسلمان صوفیا کا ہے جو سراپا محبت وشفقت تھے اور نسل انسانی کے خیر خواہ رہے اور سب کے لئے علاج کی صحت کا باعث تھے اکثر ہندوؤں کو بھی بڑی عقیدت رہی اور اب تک ہے مزارات اولیاء پر اب بھی منتیں مانتے اور چڑھاوے چڑھاتے ہیں اس کے علاوہ طب' ادب شعروسخن ساز وآواز غرض ہر شعبہ زندگی میں مسلمان اساتذہ سے ہندواور ہندو استادوں سے مسلمان سیکھتے رہے۔ کاروباری لوگوں کا رابطہ باہمی بھی ایک حیثیت رکھتا ہے مگر اس سب کے باوجود ہندو کے دل میں مسلمان کے خلاف نفرت کا دھواں کم نہ ہوا۔ حتی کہ مسلمان کے کپڑے سے کپڑا چھو جاتا تو جلا دیتے جو نفرت کی انتہا ہے اور مسلمان کو مسلمان کی بجائے ملیچھ کہتے تھے اور کہتے ہیں یہی نفرت ہندوستان کی تقسیم کا سبب بن گئی اور دو قومی نظریئے کی صداقت کی گواہ بھی ہندو کی مسلمان سے دلی نفرت ہے۔ پاکستان بننے کے بعد نصف صدی سے زائد عرصہ میں یہ نفرت بڑھتی رہی لاکھوں کشمیریوں کا خون اور ہندوستان کے فسادات میں شہید ہونے والوں کا لہو اس میں کوئی کمی نہ لا سکا بلکہ ہندوستان اور مقبوضہ کشمیر میں مسلمانوں کی حالت زار مہذب انسانیت کے دعویداروں کے لئے ایک چیلنج بن چکی ہے بال ٹھاکرے نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ جسے ہندوستان میں بسنا ہے وہ ہندو بن جائے یا ہندوستان چھوڑ دے۔ ہندوستانی حکومت' پولیس اور عدالتیں تک مسلمان کو انصاف فراہم کرنے میں ناکام ہیں اس لئے کہ ہر جگہ جانبداری ہے نہ صرف ہندوستان میں بلکہ پاکستان میں روزمرہ دھماکے اور عبادت گاہوں کو مقتل کا روپ دیتے ہیں' بھارتی ایجنسیاں بقول سرکار کار مصروف ہیں اور ابھی تک وہ پاکستان کا وجود تسلیم نہیں کر سکے حتی کہ دونوں ممالک میں جنگیں بھی اسی نفرت کی حاصل ہیں دنیا کی سیاست ہو یا تجارت بیرون ملک ملازمت اور اقوام متحدہ تک بھارت پاکستان کا پہلا مخالف اور مقابل ہے اس کے ساتھ ہندوستان کے وفود سرکاری اور غیر سرکاری طرح کے لوگ پاکستان آتے رہے اور آتے ہیں۔ سیاستدان ۔کالرفن کار شعراء اور گانے کے معروف لوگ مگر سب نے بھارت کی ترجمانی ہی کی اور سب کوشش کاروبار سے لے کر سیاست تک ہندوستان کے حق میں رہی یعنی ہم ان میں سے کسی کو رام نہ کر سکے۔ برخلاف اس کے

اس سب کے باوجود ہندو کے دل میں مسلمان کے خلاف نفرت کا دھواں کم نہ ہوا حتی کہ مسلمان کے کپڑے سے کپڑا چھو جاتا تو جلا دیتے جو نفرت کی انتہا ہے۔

ھندوستانی حکومت ' پولیس اور عدالتیں تک مسلمان کو انصاف فراہم کرنے میں ناکام ھیں اس لئے ھر جگہ جانب داری ھے۔

پاکستان سے بھارت جانے والوں میں اکثر کے منہ میں انہوں نے اپنی زبان رکھ دی۔ ایک زمانہ میں فنکاروں اور فن کاراؤں کے بارے میں شور اٹھتا رہا پھر شعراء اور دانشوروں پر باتیں ہوئی سیاستدان بھی نہ بچ سکے حتیٰ کہ حکمرانوں پر ان کے عہد اقتدار میں ہندوؤں سے دوستی اور پاکستان کو نقصان پہنچانے کے الزام لگے۔ ہندوستان میں اگر کسی چڑیا کے پر ٹوٹیں تو پہلا الزام پاکستان پر لگایا جاتا ہے۔ مگر عجیب بات یہ ہے کہ پاکستان سے جانے والے وہاں جا کر ان کی زبان بولنے لگتے ہیں اب یہی دیکھ لیجئے کہ علماء حضرات کا وفد گیا وہ بھی اپنا دامن تر کر کے پلٹا اور ایک شعور بپا ہے علماء اور متحدہ مجلس عمل کے رہنما تو اکثر پاکستانی مسلمانوں کی آخری امید کا درجہ رکھتے ہیں بارڈر پار جا کر اگر یہ حضرات بھی شری واجپائی کی زبان بولنے لگے تو قوم کدھر دیکھے گی اور کس سے امید وابستہ کر سکتی ہے مگر یہ سب ایسا کیوں ہوتا ہے؟ میرے پاس اس کا کوئی جواب تو نہیں البتہ ایک پرانی یاد ہے بچپن لڑکپن کی یاد کہ ہمارے گاؤں میں سکھوں کے چند گھر تھے اور دو گھر برہمنوں کے تھے برہمن اپنی مذہبی اہمیت کے پیش نظر اور مالی اعتبار سے بھی بڑے لوگ تھے اور سکھ دوسری جنگ عظیم کے زمانے میں سول سروس میں تھے اور اس عہد میں اے سی ڈی سی وغیرہ تھے تو انہوں نے گاؤں کے باہر ایک دھرم شالہ بنوایا ساتھ کنواں کھدوا ایک برگد کا درخت ایک پیپل لگایا بہت سے شیشم کے درخت لگوائے اور اندر خوبصورت مسہری نما جگہ گرنتھ صاحب کا پاٹھ ہوتا کئی ملازم اور مذہبی رہنما جنہیں وہ بھائی جی کہتے رکھے اور غالباً ہر ہفتے پرشاد تقسیم ہوتا جو مزیدار حلوہ اور پوری پر مشتمل ہوتا اور بہت لذیذ ہوتا چنانچہ گاؤں کے غریب مسلمانوں کے بچے چلے جاتے اور لے کر کھا لیتے ہمارے گاؤں کی بلکہ گاؤں میں خود ہماری چوپال پر بہت رونق اور دن بھر بزرگوں کی محفل گپ شپ اور حقہ چلتے رہتے تو مجھے یاد ہے کہ وہ بزرگ ان بچوں پر بہت ناراض ہوتے اور انہیں سکھوں کے دھرم شالہ سے حلوہ لینے سے منع کرتے دلیل یہ دیتے کہ یہ جب حلوہ بناتے ہیں تو وسطی ہندوستان سے لائی ہوئی خنزیر کی ہڈی اس میں پھیرتے ہیں یاد رہے اس وقت ہمارے علاقے میں سور کا وجود نہ تھا صرف نام سنا جاتا تھا۔ تو بچے سوال کرتے ہیں کہ بابا وہ ہڈی والا حلوہ کھانے سے کیا ہوتا ہے؟ چونکہ معصوم ذہن نہ سور سے آشنا اس کی خرابی اور برائی سے واقف تو انہیں بہت حیرانگی ہوتی ہے کہ اگر کوئی ٹکڑہ ہڈی کا انہوں نے پھیر بھی دیا تو کیا ہو سکتا ہے تو بابے بڑی سنجیدگی سے بتاتے کہ بیٹا یہ ہڈی والا حلوہ کھانے سے بندہ ان کی باتیں ماننے لگتا ہے اور اسلام سے دور ہونے لگتا ہے میں اس بچپن کی یاد میں کھو جاتا ہوں سوچتا ہوں بابے ٹھیک ہی کہتے تھے کہ گاؤں کے غریب بچوں کو اس گمراہی سے بچاتے تھے مگر شاید آج کے بالغوں کو اس دور کے بابے بچا نہ سکے اور جس شعبہ زندگی کا بندہ واہگہ پار جاتا ہے اس مرض کا شکار ہوتا ہے۔

رہنما مسلمانوں کی آخری امید کا درجہ رکھتے ہیں اگر یہ حضرات بھی بارڈر پار جا کر شری واجپائی کی زبان بولنے لگیں تو قوم کدھر دیکھے گی اور کس سے امید وابستہ کر سکتی ہے

بشکریہ روزنامہ خبریں راولپنڈی

غلبۂ اسلام

احکامات الٰہی پر عمل نہ کرنا ایمان کی ایک حد تک نفی کر دیتا ہے۔ چونکہ عمل گواہ ہے اور اکثر آئمہ کرام نے، آئمہ فقہ نے، آئمہ حدیث نے، آئمہ تفسیر نے بھی اس بات کا اقرار فرمایا ہے کہ ایمان عمل ہی کا نام ہے اگر عمل درست نہیں ہے تو اس کے ایمان کا کوئی اعتبار نہیں سوائے امام ابوحنیفہؒ کے۔ اس میدان میں آپ اکیلے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ یہ کہنا کہ میں اللہ کو واحد اور اللہ کے نبی کو برحق مانتا ہوں یہ ایمان کا دعوٰی بھی تو ایک عمل ہی ہے، اس کا ایک عمل تو قبول کیا جائے اُسے مسلمان تو مانا جائے لیکن آئمہ کرام میں سے اور کوئی ان کے ساتھ کھڑا نظر نہیں آتا۔

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ ضلع چکوال 2003-08-1

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیمo

ھو الّذی ارسل رسولہ بالھدٰی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ و کفٰی باللہ شھیداo

اللہ جل شانہٗ نے اپنی ذات کا تعارف اپنی شناخت اپنے رسول ﷺ کے حوالے سے کرائی اور فقہ کی کتابوں میں یہ مسئلہ درج ہے کہ اللہ پر ایمان کی شرط یہ ہے کہ پورے خلوص کے ساتھ یہ اقرار کریں کہ میں اُس اللہ کو ویسا ہی مانتا ہوں جیسا حضرت محمد ﷺ جو حضرت عبداللہ کے بیٹے اللہ کے آخری نبی مکۃ المکرمہ میں پیدا ہوئے اور جنہوں نے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی، جیسا وہ منواتے ہیں ذات اور صفات کے ساتھ میں ویسا ہی مانتا ہوں ایک آخری طاقت جو سب پر غالب ہے یہ ماننا انسانی عقل کی مجبوری ہے جو لوگ کسی مذہب کو نہیں مانتے درحقیقت یہ بھی ایک مذہب ہے کہ کسی مذہب کو نہ مانا جائے اور ان کے نزدیک زمانہ سب کچھ کرتا ہے وقت سب کچھ کرتا ہے اور جوں جوں وقت گزرتا ہے، جوں جوں زمانہ بدلتا ہے چیزیں تبدیل ہوتی رہتی ہیں۔ آج کئی دن سے مغربی محققین اس بات کی تفصیلات بیان کر رہے ہیں کہ آدمی بندر سے انسان کیسے بنا۔ اب اس پہ زور لگا رہے ہیں کہ زمانے نے، وقت نے اس میں تبدیلیاں پیدا کیں۔ اب یہ ہڈی فلاں زمانے کی ہے، اس وقت یہ بندر تھا پھر یہ ہڈی فلاں زمانے کی ہے۔ کوئی بے شمار کھوپڑیاں اکٹھی کر رکھی ہوتی ہیں کوئی ہڈیاں تو وہ آہستہ آہستہ موجودہ دور کے انسان کے قریب ہوتا جا رہا ہے۔ اس لئے انہیں دہریے کہا جاتا ہے کہ یہ دہر کو، زمانے کو سب کچھ مانتے ہیں لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ ایک طاقت کو ماننا کہ وہ آخری طاقت ہے اور سب کچھ کرتی ہے ان کی بھی مجبوری ہے۔ اس طرح ہندوؤں کے بہت سے فرقے ہیں۔ بے شمار بتوں کو دیوی دیوتاؤں کے نام سے مانتے ہیں لیکن تمام دیویوں کو دیوتاؤں کو کچھ نہ کچھ اختیار دیتے چلے آتے ہیں۔ پھر آخر میں انہیں بھی ماننا پڑتا ہے کہ ایک مہادیو ہے، سب سے بڑا دیوتا ہے کہ سارے اس کے تابع ہیں۔ عقل انسانی کی یہ مجبوری ہے کہ آخر اسے ایک ایسی طاقت ماننا پڑتی ہے جو سب پر غالب ہے۔ تخلیق کے اعتبار سے چلیں تو جی اُسے اس نے بنایا تو اُسے کس نے بنایا اس نے بنایا اُسے کس نے بنایا آپ جب چلتے رہیں جب تک ایک آخری طاقت نہ مان لیں جو اپنی ذات سے قائم ہے اُسے کسی نے نہیں بنایا تب تک تسلسل ختم ہی نہیں ہوتا۔ لہذا مجبوراً عقل انسانی کو ایک آخری طاقت ماننا پڑتی ہے یہ جو عقل کی مجبوری ہے یہ معرفت الٰہی کا دروازہ ہے۔ ہاں عہد فترت میں جب انبیاء علیہ الصلوۃ والسلام کی تعلیمات ناپید ہو گئیں اور کسی نے اپنی عقل سے یہ بات تلاش کر لی کہ کوئی ہے جس نے سب بنایا جو سب کو چلاتا ہے وہ کون ہے، کیسا ہے، مجھے کوئی بتانے والا نہیں، اس کے

کسی بھی کام کرنے کے صحیح طریقے کو ھُدیٰ کہتے ھیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ھے کہ میرا نبی مبعوث ھی "ھُدیٰ لیکر ھوا ھے۔

لئے اتنا ایمان اسکی نجات کیلئے کافی ہے لیکن جب انبیاء مبعوث ہوتے ہیں اور تعلیمات انبیاء موجود ہوتی ہیں تو پھر ان سے ہٹ کر اپنی عقل کو چلانا یا پھر اپنی عقل کو استعمال کر کے سمجھنا، انسان اس کی استعداد بھی نہیں رکھتا۔ پھر حضور ﷺ کی بعثت اتنا عظیم واقعہ ہے آپ ﷺ کی بعثت پہلی اور آخری مرتبہ سارے جہانوں کیلئے ہے تمام انسانوں کے لئے تمام اقوام عالم کیلئے ہے تمام ممالک کے لئے ہے۔

ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً o

اے اولادِ آدم تم جہاں کہیں ہو میں تم سب کیلئے اللہ کا رسول ہوں اور یہ چھوٹی بات نہیں تھی دنیا میں اولاد آدم پھیل چکی تھی اقوام میں تبدیل ہو چکی تھی اقوام قبائل میں بدل چکی تھیں ممالک میں تقسیم ہو چکی تھیں موسم مختلف تھے، مزاج مختلف تھے، خوراکیں مختلف تھیں، زبانیں مختلف تھیں، اوقات مختلف تھے، ایک جگہ دن ہوتا ہے ایک جگہ رات ہوتی ہے ایک جگہ گرمی ہے دوسرے ملک میں سردی ہے تو جو انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کسی خاص قوم میں مبعوث ہوتے اُس قوم کا ایک متعین علاقہ ہوتا ہے اس کا مزاج ہوتا ہے اس کے مطابق احکام نازل فرمائے جاتے۔ عقائد تو ہمیشہ سے ایک ہی رہے اور ہمیشہ ایک ہی رہیں گے لیکن احکام میں تبدیلی ہوتی رہی اور ان کے مزاج ان کے موسم ان کے اوقات کے مطابق احکام ارشاد فرمائے جاتے اب ایک ایسا نظام، ایک ایسا نظام عبادت، ایک ایسا نظام عدل، ایک ایسا نظام حیات، ایک ایسا نظام اخلاقیات، جو ساری دنیا پر بیک وقت قابل عمل ہو اور ہر جگہ مفید ہو، انسان کی جان مال آبرو کو تحفظ دیتا ہو، اُسے اللہ کے حضور واصل کرتا ہو یہ کام صرف اللہ کر سکتا ہے، مخلوق کے بس کی بات نہیں ہے۔ چودہ صدیاں بیت گئیں، پندرھویں صدی کا بھی ایک چوتھائی بیت گیا اور یہ مشاہدہ ہے کہ روئے زمین پر اللہ کے بندے موجود ہیں، اللہ کا دین موجود ہے ان کے عقائد بھی ہیں اور اعمال بھی اور عبادات بھی۔ چین میں مسلمان نماز روزہ کرتے

گناہ روح کو ڈستا ہے اور اسکی حیات کے انقطاع کا سبب بنتا ہے روح کی موت ہوتی ہے، اللہ سے محرومی وصال الٰہی سے محرومی، ایمان سے محرومی یہ روح کی موت ہوتی ہے۔

ہیں تو افریقہ میں بھی کرتے ہیں یہاں سردی ہوتی ہے تو وہاں گرمی ہوتی ہے، یہاں گرمی ہوتی ہے، وہاں سردی ہوتی ہے۔ جاپان میں کرتے ہیں امریکہ کے مغرب میں بھی کرتے ہیں، جہاں دن رات کا فرق ہوتا ہے۔ یہاں ہمارے پاس دن ہوتا ہے تو امریکہ کے مغرب میں رات ہوتی ہے۔ مغربی امریکہ کا اور ہمارا بارہ گھنٹے کا فرق ہے موسموں کا بھی بڑا فرق ہے، کہیں سارا سال برف جمی رہتی ہے کہیں تپتے صحرا ہیں جہاں سارا سال بارش کا کوئی چھینٹا نہیں پڑتا لیکن ایسا معتدل ایسا متوازن اتنا صحیح اور درست نظام زندگی ہے ہر شعبے میں کہ ہر حالت میں اور ہر جگہ قابل عمل ہے اور مفید ہے۔ انسانی معاشرے کیلئے بھی انسانی ذات کیلئے بھی، اس کے ظاہر کیلئے بھی اور اسکے باطن کیلئے بھی، اس کی دنیا کیلئے بھی اور اس کی آخرت کیلئے بھی۔ یہ حقیقی انقلاب ہے اور اگر ان معنوں میں انقلاب کہا جا سکتا ہے تو دنیا میں صرف ایک بار آیا اور وہ ہے بعثت محمد رسول اللہ ﷺ دنیا میں صرف ایک انقلاب آیا۔ اُس دین میں خصوصیت کیا تھی۔

"وَالَّذِی اَرْسَلَ رَسُولَہ،".

اللہ وہ ہے جس نے اپنے نبی ﷺ کو اپنے رسول کو بھیجا "بِالْھُدٰی،، عربی لغت میں ھدیٰ کا مفہوم ہوتا ہے کسی بھی کام کو کرنے کا صحیح عقیدہ، عمل میں ہدایت صحیح عمل میں ہدایت صحیح عمل فرمایا میرا نبی مبعوث ہی ھدیٰ لیکر ہوا ہے کہ زندگی کے ہر شعبے کے ہر کام کو کرنے کا صحیح طریقہ انسانوں تک پہنچائے۔ اس میں زندگی کے مسائل ہوں کاروبار کے ہوں، نکاح طلاق کے ہوں، معاشرے کی ضرورتیں ہوں، ملازمت کی ہوں، اخلاقیات کی ہوں، تعلیمات کی ہوں، ہر شعبہ زندگی میں ہر کام کو کرنے کا صحیح طریقہ فرمایا یہ سب کچھ میں نے اپنے نبی کو عطا کر کے مبعوث فرمایا ہے۔ اور یہی ھدیٰ جو ہے۔ وَدِینِ الْحَقِ اُسی ھدیٰ پر انحصار ہے دین حق کا۔ یعنی اسی ھدیٰ کو عقیدے سے عمل تک جو اپنائے گا وہ دین حق پر کاربند ہوگا۔ اگر ہم اللہ کی مہربانی سے عقیدہ صحیح رکھتے ہیں تو دین کا ایک شعبہ ہے الحمدللہ ہم

مسلمان ہیں لیکن اگر عمل نہیں کرتے تو اس کی مرضی وہ معاف کر دے تو معافی کی گنجائش باقی ہے چونکہ کافر کیلئے اگر اس کا خاتمہ کفر پر ہوتا ہے تو اللہ نے طے کر دیا کہ میں اسے معاف نہیں کروں گا۔ وہ فیصلہ ہو چکا بندہ مومن کتنا ہی خطا کار ہو، اللہ قادر ہے چاہے تو ساری خطائیں معاف کر دے لیکن ایمان کے ساتھ عمل نہ کرنا ایک بہت بڑا جرم بھی ہے۔ احکامات الٰہی پر عمل نہ کرنا ایمان کی ایک حد تک نفی کر دیتا ہے۔ چونکہ عمل گواہ ہے اور اکثر آئمہ کرام نے آئمہ فقہ نے بھی آئمہ حدیث نے بھی آئمہ تفسیر نے بھی اس بات کا اقرار فرمایا ہے کہ ایمان عمل ہی کا نام ہے اگر عمل درست نہیں ہے تو اس کے ایمان کا کوئی اعتبار نہیں سوائے امام ابوحنیفہؒ کے اس میدان میں آپ اکیلے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ یہ کہنا کہ میں اللہ کو واحد اور اللہ کے نبی کو برحق مانتا ہوں یہ ایمان کا دعویٰ بھی تو ایک عمل ہی ہے، اس کا ایک عمل تو قبول کیا جائے اُسے مسلمان تو مانا جائے لیکن آئمہ کرام میں سے اور کوئی ان کے ساتھ کھڑا نظر نہیں آتا وہ فرماتے ہیں عمل ہی کا نام ایمان ہے عمل نہیں کرتا تو اس کے ایمان کا کوئی اعتبار نہیں۔ ایک شخص کہتا ہے میں نے آپ کو کھانا کھلا دیا وہ کھانا نہیں کھلاتا تو کیا اس کے کہنے پہ بندہ زندہ رہے گا۔ ایک آدمی پیاسا ہے دوسرا کہتا ہے تم میرے عزیز ہو دوست ہو میرے بھائی ہو میں نے آپکو پانی پلا دیا میں آپ کی ضرورت سے واقف ہوں میں مانتا ہوں آپ کو پانی کی ضرورت ہے میرے پاس پانی ہے۔ لیکن پلاتا نہیں ہے تو اس کا اقرار اس کی زندگی بچائے گا۔ آئمہ کرام عمل کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ایک آدمی عمل اپنی پسند سے کرتا ہے شیطان کے کہنے پہ چلتا ہے، نفس کے کہنے پہ چلتا ہے، اللہ کا حکم نہیں مانتا، اللہ کے نبی ﷺ کا حکم نہیں مانتا اُن کی پیروی نہیں کرتا تو کیسے ہم مان لیں کہ اس کا ایمان ہے امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ دعویٰ کرنا کہ میں ایمان لایا ہوں۔ یہ بھی عمل ہے تو یہ عمل تو اس کا مانا جائے اور الحمدللہ

> جب ہم حیلہ بندی کر کے اپنے لئے ایک گناہ جائز کرتے ہیں تو چودہ کروڑ بندے ایک ایک گناہ بھی جائز کریں تو ملک میں تو چودہ کروڑ گناہ رواں ہو گئے

ہمارے لئے تو شاید اسی میں گنجائش نکلتی ہے جو مسلک امام ابوحنیفہؒ کا ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جو کچھ ہمارے سامنے ہے جو کچھ ہم دیکھ رہے ہیں۔ جو کچھ ہم پر بیت رہی ہے اس کا عالم اس کی حالت اس ماحول کو دیکھیں تو وحشت طاری ہو جاتی ہے کہ ایمان کہاں سے کسی کو دوسرے کے چند ٹکے ملتے ہیں تو کھا جاتا ہے، کسی کا بس چلتا ہے دوسرے کی عزت لوٹ لیتا ہے کسی کا بس چلتا ہے دوسرے کی جان لے لیتا ہے بازار سودا خریدنے جائیں تو دکاندار خواہ حاجی صاحب ہوں، اعتماد نہیں ہوتا کہ ریٹ صحیح لگا رہے ہیں کہ نہیں، چیز پوری تول رہے ہیں یا نہیں، جو کچھ لے رہا ہوں جس کے لئے پیسے دے رہا ہوں وہی مل رہا ہے یا اُس کی نقل مل رہی ہے۔ حکومتیں ہیں، حکمران ہیں، صدور ہیں، وزراء ہیں، وزراءاعظم ہیں، سب کچھ ہے قانون ہے، قانون نافذ کرنے والا محکمہ بھی ہے، عدالتیں ہیں، لیکن آدمی کی زندگی کا کوئی تحفظ نہیں، گھر میں ہے تو قتل ہو جاتا ہے، بازار جاتا ہے تو قتل ہو جاتا ہے تھانے جاتا ہے قتل ہو جاتا ہے، عدالت جاتا ہے قتل ہو جاتا ہے، مسجد آتا ہے قتل ہو جاتا ہے اور اگر یہ قومی کردار ہے تو ایمان کہاں ہے؟ کس بلا کا نام ہے ایمان؟ وہ کہاں ہے؟ جہاں امن وامان کا یہ حال ہو کہ عدلیہ کے جج صاحبان معائنہ کرنے جائیں جیل کا اور وہیں قتل ہو جائیں۔ اب جیل میں تو لوگ قید ہیں وہاں تو ایک پورا نظام ہے، وہاں ان کے پاس اسلحہ کیسے پہنچ جاتا ہے۔ ایک چار دیواری میں بند ہیں گنتی کے لوگ ہیں ان کوٹھڑیوں بارکوں میں گن کے بند کر کے بھیڑ بکریوں کی طرح تالا لگا دیتے ہیں پھر یہ سب کس طرح ہو جاتا ہے اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو ملک بھی ایک بڑا جیل خانہ ہے اور چند لوگوں نے کروڑوں لوگوں کی زندگیاں یرغمال بنا رکھی ہوتی ہیں، ان کے مال پر عیش کرتے ہیں، ان کے وسائل خود استعمال کرتے ہیں اور ان کے لئے ذلت اور رسوائی اور دھکے رہ جاتے ہیں تو اگر آج کے عہد کو اور اپنے ملک کے حالات کو دیکھیں تو ملک ایک نسبتاً بڑا جیل خانہ ہے تو یہ سارا کچھ کیا ایک ایسی قوم جو خود کو مسلمان کہلاتی ہے جس کے

حکمران مسلمان ہیں جس کے محکموں کے لوگ مسلمان ہیں کاروبار حکومت چلانے والے لوگ مسلمان ہیں۔قیدی مسلمان ہیں جیلر مسلمان ہے جج مسلمان ہے پیش ہونے والے مسلمان ہیں مدعی مسلمان ہے گواہ مسلمان ہے تو پھر یہ کیسا اسلام ہے۔اسلام تو ہے ہی سلامتی کا نام، ہر شعبہ حیات میں سلامتی اسلام ہے ایمان کی سلامتی، عقیدے کی سلامتی عمل کی سلامتی کردار کی سلامتی، جان کی سلامتی، مال و آبرو کی سلامتی ہر شعبہ زندگی میں سلامتی اسلام ہے یہاں کسی شعبہ زندگی میں سلامتی کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا اتفاقات ہیں کوئی بچ رہا ہے تو بچ رہا ہے اب اس پہ ہم یہ کہیں کہ یہ کردار تو حکومت کا ہے تو حکومتیں کہاں سے آتی ہیں اگر یہ کہا جائے کہ حکومتیں آسمانوں سے نازل ہوتی ہیں تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا

اعمالکم عمالکم

آسمان والا تمہارے کردار کو تم پر حکمران بنا دیتا ہے۔اگر اللہ اختیار دیتا ہے تو ایسے لوگوں کو دیتا ہے جو تمہارے کردار کی پیداوار ہوتے ہیں تمہارے کردار کی تصویر ہوتے ہیں جو ہو بہو تمہارے کردار ہوتے ہیں ہاتھیوں کے ریوڑ میں سردار تگڑا ہاتھی ہوتا ہے، شیروں کا غول ہو تو سب سے تگڑا شیر سردار ہوتا ہے اور بھیڑیوں کا غول ہو تو سب سے تگڑا بھیڑیا سردار ہوتا ہے گیدڑوں کا غول ہو تو سب سے تگڑا گیدڑ سردار ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں قوموں کا ایک کردار ہوتا ہے وہ اپنے کردار سے انسان ہیں تو بہترین انسان ان کا حکمران ہوتا ہے اپنے کردار میں وہ اژدھے ہیں تو سب سے بڑا اژدھا ان کا سردار ہوتا ہے اپنے کردار میں اگر وہ بھیڑیے ہیں تو سب سے خطرناک بھیڑیا ان کا حکمران بن جاتا ہے تو آسمان والا بھی ناانصافی نہیں کرتا نہ وہ آم کے پیڑ پہ کیکر کے کانٹے اگاتا ہے نہ وہ کیکر پہ آم اگاتا ہے دونوں طرح ظلم ہے۔اگر آم کے پیڑ کو کیکر کے کانٹوں سے لاد دیا جائے یہ ظلم ہے تو یہ بھی ظلم ہے کہ کیکر پر آم اُگا دیئے جائیں کیونکہ ظلم کا بھی لغوی معنی ہوتا ہے۔وضع شیٔ فی غیر محلہٖ

کسی چیز کو ایسی جگہ رکھنا جو اس کی اصلی جگہ نہیں ہے کسی چیز کو ایسی جگہ رکھ دینا جو اس کا محل نہیں ہے یہ ظلم ہے۔۔تو جس طرح آم کے پیڑ پہ کانٹے اگائے جائیں تو ہم کہتے ہیں ظلم ہے اُسی طرح کیکر پر آم لگانا بھی ظلم ہے ہمارا کردار کیکر ہے تو وہ اس پر آم نہیں لگائے گا۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظلِمُ مِثقَالَ ذَرَّۃٍ.

اللہ تو ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا۔وہ نہیں کرے گا اس کا مطلب ہے کہ اگر ہم واقعی چاہتے ہیں کہ حکومت اچھی ہو حکمران نیک ہوں انصاف ہو عدل ہو۔سود جیسا ظلم نہ ہو حرام نہ کھلایا جائے قتل و غارت گری نہ ہو جان مال آبرو کو تحفظ ہو تو اس کے لئے ہمیں اپنا ایمان درست کرنا ہوگا، وہ ایمان جسے آئمہ عمل کے نام سے یاد فرماتے ہیں۔یہ میرا اور آپ کا کردار ہے کہ مساجد میں بھی قتل و غارت ہو رہی ہے اس کا سبب میں اور آپ ہیں کہ بازار جاتا ہوا بندہ قتل ہو جائے وہ نہیں جانتا مجھے کس نے قتل کر دیا اور کیوں قتل کر دیا کیسی عجیب بات ہے کہ قاتل کو بھی خبر نہیں کہ میری گولی کس کا سینہ چھلنی کر گئی وہ کون ہے اُسے میں نے کیوں مارا کوئی پتہ ہی نہیں کسی کو۔

آدمی چند ٹکوں کے لئے گاڑی میں بم رکھ دیتا ہے اس سے کتنے گھر اجڑے کون مرا ان کا نام کیا تھا وہ تھے کون لوگ وہ نیک تھے بدکار تھے کیا پتہ اس کو اور انہیں کیا پتہ وہ کون تھا جو یہاں بم رکھ کر چلا گیا۔تو ایسا کیوں ہو رہا ہے اس کا بنیادی سبب اگرچہ سارے اخبارات نے تمام وسائل جو ہیں آجکل جدید ذرائع ابلاغ ہیں ان میں یہ بحث چل رہی ہے بالخصوص جب سے یہ ججوں کے قتل کا واقعہ ہوا ہے بڑے زور سے چل رہی ہے اور اُس کا جو آخری نتیجہ نکلتا ہے وہ یہی نکلتا ہے کہ حکومت جو ہے وہ انصاف دینے میں ناکام رہی ہے اپنا نظام چلانے میں ناکام رہی ہے لیکن حکومت کون ہے حکومت بھی تو ہم ہی ہیں یا ہمارا کردار ہے تو اگر حقیقت تلاش کی جائے تو اس کا سبب ہم ہیں ہمارا کردار ہے ہماری خواہشات نفس ہیں، ہماری جھوٹی چھوٹی خواہشات ہیں کہ ہم دوسرے کی چیز چھین لینا چاہتے ہیں صرف اپنے لئے سوچتے ہیں، میرا کیا ہوگا مجھے کیا مل جائے گا میں کیا حاصل کر پاؤں گا۔اسلام ہے دوسروں کیلئے زندہ رہنے کا نام۔

کنتم خیر امتہ

تم بہترین امت ہو۔اُخرِجَت للنّاس. تمہیں میں نے کھڑا کر دیا ہے تمام انسانیت کے لئے دوسروں کی فکر تمہارے ذمے

ہے کوئی اگر کفر وشرک میں مبتلا ہے تو اس کی فکر کرنا تمہارا کام ہے کہیں نوع انسانی کی عزت اور عصمت لٹ رہی ہے تو اُس کی فکر کرنا تمہارا کام ہے کہیں کسی کے حقوق لٹ رہے ہیں تو اس کی فکر کرنا تمہارا کام ہے حتی کہ کوئی ایمان لائے یا نہ لائے اس کے انسانی حقوق کا خیال کرنا یہ تمہارا کام ہے کافر کو بھی انصاف نصیب ہو اس کی بھی جان مال آبرو کو تحفظ نصیب ہو۔ اس کی فکر کرنا بھی تمہارا کام ہے اس لئے کہ تمہیں کھڑا ہی دوسروں کیلئے کیا گیا ہے۔ اخرِجتْ للناس نوع انسانی کے حقوق کی نگہداشت تمہارا فرض منصبی ہے

اگر ہماری ذمہ داری بحیثیت ایک مسلمان یہ ہے اور ہم کر یہ رہے ہیں کہ میں منبر پر بیٹھا ہوں جو سامنے بیٹھے ہوں میری نظر ان کی جیبوں پر ہو کہ کس کس کی کتنی جیب کاٹ سکتا ہوں۔

ببیں تفاوت راہ از کجا است تا بکجا

مسلمانی میں اور ہم میں کتنا فاصلہ ہے۔ پھر ہر بندہ یہ کہتا ہے کہ فلاں صحیح نہیں ہے، فلاں کی بات بعد میں آئے گی پہلے اپنی فکر تو کرو اگر ایک بندہ اللہ اُسے توبہ کی توفیق دیتا ہے اور میں اپنے کردار میں سچی پرخلوص توبہ کر کے زیادتی سے رک جاتا ہوں تو شاید میرے ایک کی توبہ ہزاروں آدمیوں کو دنیاوی تباہی سے بچانے کا سبب بن جائے۔ اگر ہم یہ سوچیں تو میرا خیال ہے سب سے زیادہ ضروری اور اہم کام یہ ہے کہ اپنی ذاتی اصلاح کی جائے۔ اب اصلاح کیسے ہو اس کے لئے دو شرائط ہیں۔ جاننا بھی شرط ہے اور اس پر عمل کرنا بھی شرط ہے جو جانتے نہیں عمل کیا کرنا ہے اور جو جانتا ہے اور عمل نہیں کرتا تو نتیجہ کیا آئے گا۔ ایک آدمی کو کھانا پکانا آتا ہے لیکن اٹھ کر پکاتا نہیں، پیٹ کیسے بھرے گا، آتا نہیں تو پکائے گا کیا۔ جاننا بھی ضروری ہے۔ جس طرح آپ نے دیکھا یہ بزرگ سفید ریش جھکی ہوئی کمروں والے ہشت روزہ کورس کر رہے ہیں، ضروری ہے جاننا جو جانتا ہے اللہ کریم عمل کی توفیق دے، ضروری ہے، اس لئے یہ کوشش کی جاتی ہے کہ ضروریات دین بچے سے لیکر بوڑھے تک ہر ایک کو بتائی جائیں، سکھائی جائیں، یاد کرائیں یہ ضروری ہے لیکن جاننے کے بعد.......... پہلے تو جاننا بھی مشکل مرحلہ ہے اتنا آسان نہیں لیکن اگر اللہ کریم علم دے دیں تو توفیق عمل اس سے آگے بہت بڑا مرحلہ ہے کہ جو کچھ جانا ہے جو کچھ پڑھا ہے اس پر دل کی گہرائی سے یقین ہو۔ ہمیں یقین ہو۔ ہمیں یقین ہے کہ سانپ زہریلا جانور ہے کتنا بچتے ہیں اس سے بھاگ جاتے ہیں یا اُسے مار دیتے ہیں تو گناہ کو اگر سانپ سمجھا جائے تو اُسے کیوں پالتے ہیں وہ مادی جسم کو ڈستا ہے اور اسکی حیات کے انقطاع کا سبب بنتا ہے اور گناہ روح کو ڈستا ہے اور اسکی حیات کے انقطاع کا سبب بنتا ہے روح کی موت ہوتی ہے، اللہ سے محرومی وصال الٰہی سے محرومی، ایمان سے محرومی یہ روح کی موت ہوتی ہے۔

> دکھی دکھیوں کے دوست بنیں گے۔ زخمی زخمیوں کا ساتھ دیں گے مصیبتوں کے مارے دوسرے مصیبتوں کے ماروں کے پاس آئیں گے اور یوں عالم اسلام کا ایک اتحاد بن جائے گا۔

تو سانپ کے سانپ ہونے پر ہمیں جو یقین ہے وہ یقین ہمیں گناہ کے گناہ ہونے پر نہیں ہے، ارے سانپ تو سانپ ہی ہے لیکن ہم کہتے ہیں نہیں یہ آج رسی کی طرح ہے یہ خوبصورت ہے یا تاویلیں ہم گناہ کے ساتھ کرتے ہیں یہ جواز ہے اسکا وہ جواز ہے اسکا جب ہم حیلہ بندی کر کے اپنے لئے ایک گناہ جائز کرتے ہیں تو چودہ کروڑ بندے ایک ایک گناہ بھی جائز کریں تو ملک میں تو چودہ کروڑ گناہ رواں ہو گئے تو پھر اس پر کون سی حکومت آئے گی کیسے حکمران ہونے چاہئیں کیسا نظام آئے گا۔

یہ جتنی محنت نفاذِ اسلام کی ہے جتنے نعرے نفاذِ اسلام کے ہیں جتنے جلوس نفاذِ اسلام کے ہیں جتنا شور نفاذِ اسلام کا ہے اس کی بنیاد اس پر ہے کہ کیا ہم ساڑھے چار ہاتھ کے وجود پر اسلام نافذ کرتے ہیں اگر نہیں کرتے تو اتنے بڑے خطہ زمین پر ہمارے شور کرنے سے کیسے نافذ ہوگا

لیکن ایک بات یاد رہے کہ حالات دیکھیں تو یوں نظر آتا ہے کہ اسلام تو بس آخری ہچکی پر ہے اور یہ تو ختم ہو جائے گا فرمایا نہیں لوگ ختم ہوں گے قومیں ختم ہوں گی اسلام ختم نہیں ہوگا بلکہ اسلام غالب ہو کر رہے گا۔

یُظْهِرَہٗ عَلَى الدِّينِ كُلِّهٖ.

بعثت عالی کی جو تین خصوصیات فرمائی گئیں ایک ''ھُدٰی'' ہر کام کے صحیح کرنے کا طریقہ ''دین الحق'' صحیح نظریہ، صحیح عقائد، صحیح عبادات اور فرمایا میں نے اپنے نبی کو ھدیٰ اور دین حق کے ساتھ مبعوث ہی اس لئے کیا ہے۔

یُظْهِرَہٗ عَلَى الدِّينِ كُلِّهٖ. جتنے طرح کے مذاہب عالم ہوں ان سب پر غالب رہے۔

اگر وقتی یا حادثاتی طور پر صدیوں کی طویل مسافت میں کچھ عرصہ ایسا بھی آجاتا ہے جہاں روئے زمین پر یا کسی خطہ زمین پر اسلام کا غلبہ نہیں رہا تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اسلام مٹ گیا اسلام کے پاس پھر بھی بے شمار چھوٹے چھوٹے خطے ہیں جن پر وہ قابض ہے۔

اس ناانصافیوں میں، اس ظلم میں، اس دہشت گردی میں آپ کو ایسے چلتے پھرتے لوگ ملیں گے جن پر اسلام غالب ہے اور اسلام کے علاوہ کچھ نہیں جو کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتے اسلام کی سلطنت موجود ہے مٹے گی نہیں لیکن یہ اس کا طریقہ ہے کہ جب لوگ قدر کرنا چھوڑ دیتے ہیں تو وہ اور قدر دان پیدا کر دیتا ہے۔

عسیٰ ان یاتی اللہ بقومٍ یُحبُّھُمْ ویحبُّونہ' یقاتلون فی سبیل اللہِ یُجاھدون فی سبیل اللہ یقتلون ویُقتلون.

ایسے لوگ پیدا کر دے گا۔ تاتاریوں نے اُس عہد کی اسلامی ریاستوں کو تباہ اور تاخت و تاراج کر دیا، اہل یورپ نے یورپ میں مسلمان حکومتوں کے تختے الٹ دیئے، حکومتیں تباہ کر دیں، ہسپانیہ سے، اندلس سے مسلمانوں کو قتل کر دیا یا

> تم بہترین امت ہو
> تمہیں میں نے
> انسانیت کیلئے
> کھڑا کر دیا ہے۔
> دوسروں کی فکر
> تمہارے ذمہ ہے۔

عیسائی بنا دیا یا نکال دیا، سات سو سال کی حکمرانی کے بعد پورے ہسپانیہ میں ایک مسلمان نہ رہا، مساجد کھڑی ہیں محلات کھڑے ہیں حکومت کے آثار موجود ہیں لیکن مسلمان نہیں اور بڑا خوش ہو رہا تھا کفر وہ ایسا قادر ہے اس نے تاتاریوں کو کلمہ پڑھا دیا وہ ادھر سے مغربی یورپ سے مسلمانوں کو نکال رہے تھے مشرق سے اسلام کا جھنڈا لئے تاتاری داخل ہو رہے تھے اور علامہ مرحوم نے کہا۔

پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

بت خانے سے اٹھا کر انہیں بیت اللہ کا محافظ بنا دیا۔ اسلام رہے گا مٹنا اُسی کا مقدر ہے جو خود کو اسلام سے الگ کرلے گا مٹے گا وہی تباہی اس کا مقدر ہے خسارہ اُسی کو ہوگا جو خود کو اسلام سے الگ کر لے اسلام نہ صرف رہے گا بلکہ اسلام غالب رہے گا۔

یُظْھِرَہٗ علی الدین کلہٖ.

تمام مذاہب عالم پر غلبہ اسلام کا رہے گا۔ کیسے ہوگا۔ کون کرسکتا ہے فرمایا۔

کفیٰ باللہِ شھیداً

اس کا گواہ میں اللہ کافی ہوں ہر چیز پہ قادر ہوں۔

اب اگر دنیاوی دانشوروں کو اسلام مٹتا ہوا نظر آرہا ہے تو میں بارہا عرض کر چکا ہوں کہ میری رائے میں اسلام کے غلبے کی فجر طلوع ہو رہی ہے حالات جو گزشتہ برسوں سے ہم زیر بحث لاتے رہے اور جو اندازے ہم لگاتے رہے یہ بھی اللہ کی شان ہے کہ آج سارے حالات اس طرف جا رہے ہیں۔ یہاں مجھ پر ایک امریکن نے سوال کیا تھا افغانستان کی جنگ کے وقت کہ کیا امریکہ افغانستان فتح نہیں کرلے گا۔ میں نے کہا نہیں اس نے کہا کیوں آپ کیسے کہہ سکتے ہیں میں نے کہا بے شک افغانستان کی حکومت تو امریکہ گرا دے گا لیکن اسے فتح نہیں کر سکے گا جنگ اس دن شروع ہوگی جب حکومت گر جائے گی، جنگ اس کے بعد شروع ہوگی اور تب تک رہے گی جب تک امریکہ یہاں رہے گا یہی حال عراق میں ہوا بظاہر انہوں نے حکومتیں ختم کیں لیکن نتیجہ

اس کے برعکس ہوا حکومتوں کو چھوڑ کر لوگ دین اور کفر کی جنگ سمجھ کر اب شہید ہو رہے ہیں اب دیکھیں کس کی باری ہے لیکن کسی مسلم ریاست پر پھر یہ بھیڑیا جھپٹے گا ایک پر جھپٹتا ہے، دو پر، چار پر، آخر یہ سارا ردعمل اکٹھا ہو گا یہ صورتحال خود اُس طرف جا رہی ہے کہ افغانیوں کو بھی نئے نئے زخم ہیں چوٹیں ہیں۔ اب اس میں عراقی بھی شامل ہو گئے اب اس کے آگے ایران یا عرب۔ اب کبھی ایران کی طرف منہ کر کے غراتا ہے کبھی عرب کی طرف لیکن میرے خیال میں اولیت سعودیوں کو دے گا اور ان پر کل سے ذرا زیادہ زور دے رہا ہے اور عجیب بات ہے کل بش صاحب فرما رہے تھے کہ یہ جو امریکہ میں دھماکے ہوئے تھے ان میں عربوں کا ہاتھ لگتا ہے۔ میں حکمرانوں کی، حکومتوں کی، سیاست کی، بات نہیں کر رہا۔ میں بات اس بندے کی کر رہا ہوں جس کے سامنے ایک طرف اللہ اور اللہ کا رسولؐ ایک طرف بیت اللہ اور گنبد خضرا ہے اور دوسری طرف سور کھانے والے شراب پینے والے فاسق فاجر، کافر اور مشرک ہیں اس پر توجوں جوں شکنجہ کسا جا رہا ہے توں توں وہ بیدار ہوتا چلا جائے گا کیونکہ یہ برائے نام مسلمان حکومتیں یہ سمجھوتہ ہے کہ جب تک یہ ایک برائے نام مسلمان حکومت ہے بھئی فلاں بھی مسلمان ہے چلو اچھے نہ سہی بُرے سہی گزارا تو ہو رہا ہے جب یہ بھی ہٹا دی جائیں گی اور صحیح کفران پر مسلط کیا جائے گا تو جو ردعمل آئے گا وہ اللہ کے لئے آئے گا اور وہ سبب بنے گا اسلام کے غلبہ کا، دکھی دکھیوں کے دوست بنیں گے۔ زخمی زخمیوں کا ساتھ دیں گے مصیبتوں کے مارے دوسرے مصیبتوں کے ماروں کے پاس آئیں گے اور یوں عالم اسلام کا ایک اتحاد بن جائے گا۔ میں نے ایک کالم بھی لکھا تھا کہ بش اسلام کی بڑی خدمت کر رہا ہے اگرچہ مسلمانوں پہ ظلم کر رہا ہے لیکن اسلام کا کام اللہ اس خنزیر سے لے رہا ہے۔

يويد الله هذا دين الله رجل فاجر

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ایسا بھی وقت آتا ہے کہ بڑے بڑے بدکاروں سے اللہ دین کی خدمت لے لیتا ہے میں نے اس پر ایک کالم بھی لکھا تھا اخبار میں چھپا بھی تھا کہ مسلمانوں پر غضب الٰہی بن کر یہ ٹوٹا ہے لیکن اسلام کی خدمت کر رہا ہے اور اسلام کے احیاء کا سبب پیدا کر رہا ہے یہ جانتا ہی نہیں یہ کیا کر رہا ہے کفر کیلئے موت یہی اتحاد ہو گا ان دلوں کا جو خلوص سے اللہ کے نام پر دھڑکتے ہیں۔ الجزائر پہلے زخمی ہے فلسطین پہلے زخمی ہے کشمیر پہلے خون میں نہا رہا ہے۔ شیشان میں پہلے خون بہہ رہا ہے بوسنیا پہلے خون میں ڈوب چکا ہے یہ سارے جو خونی جزائر بنتے جا رہے ہیں

آخر ظلم پھر ظلم ہے بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے۔
خون پھر خون ہے بہتا ہے تو جم جاتا ہے

کب تک بہے گا آخر جم کر ایک دیوار بن جائے گی۔ جو کچھ ہم دین پڑھ رہے ہیں پڑھا رہے ہیں جتنا مجاہدہ ہم ذکر اذکار کے ذریعے کر رہے ہیں یہ سارے کا حاصل کیا ہے؟ یہ کہ ہمارے دل میں بھی وہی خلوص پیدا ہو جائے جو ہمارے وجود کو اتباع رسالت پہ مجبور کر دے دل میں وہ درد آ جائے دل میں وہ بات آ جائے۔ جس طرح دنیاوی جماعتیں ہیں یہ پرائمری پاس ہے یہ آٹھ پاس ہے یہ دس پاس ہے مراقبات بھی ایک معیار ہیں کہ اس کے اتنے اتنے ہیں لیکن اصل بات یہ ہے کہ یہ مدرسے کا بندہ ہے کہ نہیں جاہل ہے گنوار ہے یا کسی مدرسے سے منسلک ہے یا کسی مدرسے سے کچھ سیکھا ہے کہ نہیں تو اصول جو ہے وہ یہ ہے کہ وہ درد دل میں آ جائے یہ ضروری نہیں کہ ہمارے سامنے غزوہ برپا ہو جائے اور ہم اس میں شامل ہو جائیں۔ لیکن جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب غزوہ الہند کی بات کی تھی ارشاد فرمائی تھی تو حضرت ابو ہریرہؓ اس وقت بات کیا کرتے تھے کاش میں غزوۃ الہند میں شریک ہو جاؤں اگر مارا

> **سیدنا فاروق اعظمؓ فرمایا کرتے تھے کہ دوسروں کیلئے باعث عبرت بننے سے پہلے دوسروں سے عبرت حاصل کر لیا کرو۔**

جاؤں تو لوگ کہیں ابو ہریرہ شہید اور واپس آؤں تو لوگ کہیں ابو ہریرہ جنتی ہے۔ حضور ﷺ نے اس کے شرکاء کیلئے جنت کی بشارت دی۔ ان کا درد اور خلوص جو اس تمنا میں شامل تھا وہ انہیں غزوۃ الہند کے مجاہدین کا انعام بھی دلوائے گا۔ صحابی رسولؐ تھے اور انہوں نے رسمی بات نہیں کی بلکہ دل کی گہرائی سے کی۔ آج بھی جس سینہ میں درد ہوگا کہ اسلام کے احیاء کا جب معرکہ برپا ہو تو میں بھی اس میں حضور ﷺ کا سپاہی بن کر غازی بن کے شہید ہو جاؤں۔ زندگی خواہ اسکا ساتھ چھوڑ جائے اللہ کا انعام اُسے محروم نہیں رکھے گا۔ وہ اُسے اُن غازیوں میں شامل فرمائے گا۔ شہیدوں میں شامل فرمائے گا۔

اسلام مٹنے کیلئے آیا ہی نہیں غلبے کیلئے آیا ہے اور غالب ہوگا انشاء اللہ العزیز۔ زندگی اگر ہم اپنے اعتبار سے دیکھیں تو بڑی تھوڑی ہے اور دنیا کے اعتبار سے دیکھیں تو بڑا لمبا سفر ہے مذاہب عالم کی زندگیوں میں اسلام کی زندگی کو شمار کر کے دیکھو تو پھر آپ کو سمجھ آئے گی کہ اسلام واقعی غالب ہے اور اب بھی غالب ہے جتنا عمل آج بھی اسلام پر ہو رہا ہے جتنے لوگ آج بھی اسلام کیلئے جان لٹانے والے ہیں اتنے کسی مذہب کیلئے نہیں ہیں۔ انشاء اللہ العزیز جب یہ درد بھرے دلوں کا قافلہ مرتب ہوگا، اسے ترتیب دینے کا کام کفر کر رہا ہے، جگا رہا ہے مسلمانوں کو ایک ایک جگہ جا کر، ایک ایک کا دروازہ کھٹکھٹا کر اگر یہ دروازہ کھٹکھٹانے سے نہیں اٹھتے تو ان کا دروازہ توڑ دو۔ اس پر بھی نہیں اٹھتے تو ان کو جھنجھوڑ دو اس پر بھی نہیں اٹھتے تو خنجر ماروں جو مر جائے گا وہ تو مر جائے گا جو بچ جائے گا وہ اٹھے گا تو سہی۔ تو یہ جو کفر خنجر چلا رہا ہے، تیغ زنی کر رہا ہے یہ عالم اسلام کو جگانے کا کام کر رہا ہے اور کیا یہ ضروری ہے کہ ہم بھی اس کا انتظار کرتے رہیں کہ ہم پر گولہ برسے گا تو جاگیں گے۔

سیدنا فاروق اعظمؓ فرمایا کرتے تھے کہ دوسروں کیلئے باعث عبرت بننے سے پہلے

> **تو یہ جو کفر خنجر چلا رہا ہے، تیغ زنی کر رہا ہے یہ عالم اسلام کو جگانے کا کام کر رہا ہے اور کیا یہ ضروری ہے کہ ہم بھی اس کا انتظار کرتے رہیں کہ ہم پر گولہ برسے گا تو جاگیں گے۔**

دوسروں سے عبرت حاصل کر لیا کرو کہ اس نے یہ کھایا تو اس کا کیا حشر ہوا بجائے اس کے کہ تم خود بھی وہی کھاؤ اور پھر تم بھی بیمار ہو اور لوگ اس سے عبرت حاصل کریں تو جو کچھ مسلمان ممالک کے ساتھ ہو رہا ہے اور ہمارے ساتھ بھی اس سے کم نہیں ہو رہا وہاں اگر امریکی بم برس رہے ہیں یہاں پتہ نہیں کون سی گولی انسانی زندگیوں کو چاٹ رہی ہے یہاں بھی محفوظ تو کوئی نہیں اور قتل عام کسے کہتے ہیں کہ ملک کا کون سا گوشہ محفوظ ہے اب جیلیں سب سے بند اور محفوظ جگہیں تھیں اب وہاں بھی قتل عام ہی ہو رہا ہے تو کون سی جگہ بچی مساجد پناہ گاہ تھیں اللہ کا گھر تھا مساجد میں بھی قتل عام ہی ہو رہا ہے نماز میں کھڑے ہوئے لوگ مارے جاتے ہیں۔ تو کیا ہمیں جھنجھوڑنے کیلئے اتنا کافی نہیں کیا یہ ضروری ہے کہ اب مزید اس بات کا انتظار کریں اور کوئی کافر ہم پر آ کر آگ برسائے اللہ ہمیں توفیق دے ہم بیدار ہوں چھوڑ دو اس بات کو کہ میرے ایک سے کیا ہوگا میرے ایک سے نہیں ساری دنیا بھی جاگ جائے تو کچھ نہیں ہوتا جب تک وہ نہ چاہے۔ کرنا اُس نے ہے وہ قادر ہے ہمیں تو اُن کرنے والوں میں اپنا شمار کرنا ہے تو جیسے ایک افسانہ بیان کرتے ہیں بہت اچھی مثال جس کسی نے بھی اچھی مثال دی کہ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جب نیلام ہونے کا وقت آیا بازار میں بولی لگائیں گے بہت خوبصورت غلام ہے بیچیں گے تو جہاں بڑے بڑے امراء اور اراکین سلطنت بولی لگانے کی تیاری کر رہے تھے وہاں کوئی ایک بڑھیا سوت کی اٹی لیے بھی جا رہی تھی کسی نے پوچھا بی کہاں چلی ہو اُس نے کہا سنا ہے کوئی غلام آیا ہے بازار میں بکے گا بہت خوبصورت ہے، بہت قیمتی ہے میں بھی جا رہی ہوں بولی لگانے تمہارے پاس ہے کیا اس نے کہا، بھی یہ اٹی تو ہے تو وہ بڑا ہنسا کہ تم بیوقوف ہو جہاں کروڑ پتی اور ارب پتی لوگ بیٹھے ہیں جہاں حکمران بیٹھے ہیں وہاں تمہاری حیثیت؟ اس نے کہا مجھے یہ پتہ ہے کہ مجھے یوسف نہیں ملے گا لیکن کیا میرا خریداروں میں شمار نہیں ہوگا۔ جب فہرست بنے گی کہ کون کون یوسف کا خریدار تھا اُس میں میرا نام تو ہوگا سب سے نیچے سہی دیکھنا

یہ نہیں کہ ہمارے پاس کیا بلا ہے کہ ہم دنیا بدل دیں ہمارے پاس اُٹی سہی لیکن ہمیں یوسف کے خریداروں میں تو شامل ہوں اللہ نے ہمیں ایمان دیا ہے اپنے نبی ﷺ کے ساتھ نسبت دی ہے تو ہمیں دل میں درد پیدا کر کے یہ یقین تو پیدا کرنا چاہئے کہ اللہ میں بھی تیرے ان بندوں میں ہوں جو تیرے دین کیلئے اپنی جان لٹا دیں گے اور احیائے دین کیلئے سر بکف ہیں اب ہوگا یقیناً یہ ہوگا کہ اسلام غالب ہوگا۔ اس لئے کہ اللہ نے فرما دیا اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے خبر دی اب اُس میں وقت کتنا لگے گا۔ ہمارے پاس تو گنتی کے دن ہیں اور اس کے لئے زمانہ اس کی ادنیٰ سی مخلوق ، یہ لیل ونہار اس کی ادنیٰ سی مخلوق ہمارے اندازے اور اس کی قدرت کاملہ ہم اس بات کو سمجھ نہیں سکتے کیا ہوگا ہمارے لئے تو یہ ایک ایک دن سال سال کا ہے اور اُس کی بارگاہ میں ہزار سال بھی ایک دن سے کم حیثیت رکھتے ہیں۔

اِنَّ یوما عندربِّک کالف سنتہ مِمَّا تعدُّونَ

اس کی مرضی ہے کہ ایک دن تمہارے ہزار برس گزر جائیں۔

تو اگر ہمارے سامنے یا ہماری اس چھوٹی سی زندگی میں کچھ ایسی بات آ گئی کہ آپ کو اسلام یا اہل اسلام کمزور نظر آتے ہیں تو اس میں کوئی گھبرانے کی بات نہیں غلبہ اسلام کا مقدر ہے اور کامیاب ہے وہ جو اپنے کو مسلمان کہتا ہے اور دل کے ساتھ دل کی گہرائی کے ساتھ غلبہ اسلام کے لئے کوشاں ہوتا ہے اس کا جہاد شروع ہو جاتا ہے اسکی اپنی ذات سے، اپنے آپ پر اسلام نافذ کریں اپنے ارادوں پر اسلام کی بندش لگا دیں اپنی سوچوں پر اسلام کا پہرہ بٹھا دیں۔ اپنے کردار پر اسلام کو غالب کر دیں اور خلوص نیت سے ارادہ کریں کہ اللہ میں تیرے دین کی خدمت کیلئے اپنی جان قربان کرتا ہوں وہ اسے قبول کر لے گا اس کی قربانی ہو جائے گی اُسے غزوۃ الہند کے مجاہدین میں شمار کر لیا جائے گا۔ وہ غزوہ کب برپا ہوتا ہے اس تاریخ کی ضرورت نہیں پتہ نہیں ہمارے پاس اتنی فرصت ہے یا نہیں خدا جانے کل ہی برپا ہو جائے، ہوگا ضرور کیونکہ مخبر الصادق علیہ الصلوۃ والسلام نے خبر دی غلبہ اسلام کا ہوگا کہ اللہ اُس کا گواہ ہے۔ ان دو باتوں میں کوئی شک نہیں تیسری بات ہماری ذات کی ہے یہ ساری محنت اس لئے ہو رہی ہے کہ ایک ایک متنفس کو اسلام کا سپاہی بنایا جائے۔

اللہ ہماری ان کوششوں کو قبول فرمائے آپ حضرات بھی اسے سمجھ کر کیجئے اس بات کو سمجھیے اس فلسفے کو سمجھ کر اس پر محنت کیجئے اور یقین رکھیے اللہ کا دین غالب رہے گا ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا کفر کا مقدر ہے مٹنا۔

جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا

کفر کا مقدر ہی مٹنا ہے یہ اٹھتا ہی مٹنے کیلئے ہے اور اسلام اٹھا ہے غلبے کیلئے جب تک سورج آ جا رہا ہے زمین پر اللہ کا نام بھی رہے گا اسکو ماننے والے اسکو دل میں بسانے والے بھی رہیں گے آقائے نامدار ﷺ سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ قیامت کب ہوگی آپ ﷺ نے فرمایا

حتیٰ لا یقالَ اللّٰہ اللّٰہ

جس دن کوئی اللہ اللہ کرنے والا نہ رہا۔ اللہ اللہ کہنے والا نہ رہا اُس دن قیامت آئے گی تو مطلب ہے قیام قیامت تک دل اللہ کے نام پر دھڑکتے رہیں گے یہ اُس کا احسان ہے کہ مجھے آپ کو اس کی توفیق دے دے ہمیں ان لوگوں میں شامل کر دے جو اللہ کا نام لیتے ہیں ہمیں ان لوگوں میں شامل کر دے جو اطاعت پیامبر ﷺ کی طلب صادق رکھتے ہیں ہمیں ان لوگوں میں شامل کر دے جو اصلاح احوال کیلئے کوشاں ہیں ہزار کوتاہیوں غلطیوں کے باوجود۔

اللہ کریم ہمارے گناہوں اور لغزشوں سے درگزر فرما کر توفیق عمل عطا فرمائے عامتہ المسلمین کو غلبہ اسلام کا درد عطا کرے۔ شہدا کے درجات بلند فرمائے اور مجاہدین کو ہمیشہ ہمیشہ اپنی طاقت، اپنی قوت، اپنی تائید، سے نوازتا رہے کفر کو خائب وخاسر کرے کہ یہ اس کا مقدر ہے۔

> جتنا مجاہدہ ہم ذکر اذکار کے ذریعے کر رہے ہیں اس کا حاصل یہ ہے کہ دل میں وہی خلوص پیدا ہو جائے، جو ہمارے وجود کو اتباع رسالتؐ پر مجبور کر دے

دو سوال

مولانا نذیر احمد مخدوم نے اُس دن مجھ سے دو سوال کئے چونکہ وہ سارے احباب سے متعلق تھے، سلسلے سے متعلق تھے تو میں چاہتا ہوں کہ ان کی وضاحت کر دوں اور وہ ریکارڈ ہو جائے گا تاکہ دیگر ساتھیوں تک بھی پہنچے۔

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 6-08-2003

الحمدللہ رب جلیل نے جن لوگوں کو توفیق ارزاں فرمائی، خوش نصیب ہیں وہ جنہیں کوئی لمحہ ذکر الٰہی کا نصیب ہو جاتا ہے جس زمانے میں لوگ اس چیز کو تلاش کرتے تھے اور ہم سے کوئی آج کے اس دور کے عہد سے پہلے جو لوگ گزر چکے ہیں ان میں غالباً کوئی عالم بھی ایسا نہیں ہے جس کی سوانح پڑھی جائے تو اس میں یہ بات نہ ملے کہ علوم ظاہری کی تکمیل فلاں استاد یا مدرسے سے کرنے کے بعد فلاں بزرگ کے پاس اتنا عرصہ رہے یہ علماء کا طریقہ تھا تلاش کرتے تھے۔ اس نعمت کو اور جتنی لوگوں میں جستجو تھی اتنی یہ چیز کم یاب تھی ایسے لوگ بھی ملتے ہیں جنہوں نے زندگی بھر دنیا کے سفر کیے اس کی تلاش کے لئے لیکن کہیں کوئی مرد کامل نہ پا سکے یہ الگ بات ہے کہ اسکی تلاش و جستجو کا بھی ایک مقام ہے ایک درد دل میں اٹھتا ہے تو کوئی تلاش کرتا ہے اور اللہ اجر دینے والا ہے اسی طلب پہ اسی درد پہ وہ اجر دیتا ہے۔

اب زمانہ بالکل اپنی روش بدل گیا ہے حالات یکسر تبدیل ہو گئے ہیں اور ایسی عجیب بات ہے کہ مدتوں بعد حضرتؒ نے اس نعمت کو عام فرمایا اور صدائے عام دی جب کم یاب تھی تو لوگ متلاشی تھے جب صدائے عام دی گئی تو لوگ اس کے وجود کا انکار کرنے لگے ضرورت کے منکر ہو گئے طرح طرح کے اعتراضات کرنے لگے حالانکہ تصوف خلوص دین کا نام ہے کوئی الگ چیز نہیں ہے۔ وہی دین جسکا ہم دعوی کرتے۔ وہی دین جس پر ہم عمل کی کوشش کرتے ہیں۔ اس میں دل کی گہرائیوں سے شامل ہونا یہی تصوف ہے اسی میں اس خلوص میں گہرائی اور گیرائی پیدا کرنا جو اللہ کے نام سے ہوتی ہے اور برکات نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام سے ہوتی ہے جس طرح علم ظاہر ہم تک تواتر سے پہنچا اور توارث سے پہنچا۔ دین میں توارث ہے دین میں کوئی نئی چیز داخل نہیں کی جا سکتی کوئی چیز نکالی نہیں جا سکتی وارثت ہے موروثی لحاظ سے سینہ بسینہ آ رہا ہے پہلوں سے پچھلوں کو پہنچتا ہے اس طرح تواتر توارث سے برکات نبویؐ، کیفیات قلبی بھی پہنچیں کوئی الگ چیز نہیں ہے۔ بہر حال اپنا نصیب ہے اپنی اپنی قسمت ہے انسان میں بے شمار کمزوریاں ہیں جن میں ایک یہ بھی ہے کہ جو کمال اس کے پاس نہ ہو اس کا انکار کر دیتا ہے کہ یہ ہے ہی نہیں لیکن جنہیں یہ نعمت نصیب ہوئی انہیں ایک ایک لمحے کا شکر ادا کرنا چاہئے۔

مولانا نذیر احمد مخدوم نے اُس دن مجھ سے دو سوال کئے تو چونکہ وہ سارے احباب سے متعلق تھے، سلسلے سے متعلق تھے تو میں چاہتا ہوں کہ ان کی وضاحت کر دوں اور وہ ریکارڈ ہو جائے گا تاکہ دیگر ساتھیوں تک بھی پہنچے۔

پہلا سوال ان کا یہ تھا کہ حضرات مشائخ عظام کے مزارات پر جانے کی کیا صورت حال ہے بندہ وہاں سے استفادہ کر سکتا ہے یا نہیں کر سکتا، وہاں جانا چاہئے یا نہیں۔

ہمارے جو سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ ہے اس کی نسبت ہی بڑی عجیب ہے اور یہ ان چودہ صدیوں میں دس واسطوں سے نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی تک جا پہنچتا ہے دو دو تین تین صدیاں گزر گئیں تب بعد میں ایک ہستی پیدا ہوئی تو اس کی نسبت روحانی نسبت سے ہے لیکن اس کے باوجود یہ بات یاد رہے کہ جب

بھی عالم برزخ سے کسی کی تربیت فرمائی گئی، صرف اس ہستی کی تربیت کی گئی جسے بنیادی طور پر کوئی شخص ایسا ملا جس نے اتنی تربیت کردی کہ برزخ میں اسکا رابطہ کرا دیا یہ از خود نہیں ہوتا اگرچہ وہ نام سلاسل میں شامل نہیں کئے گئے لیکن ہر اُس ہستی کو جس نے مشائخ عظام سے برزخ سے فائدہ لیا دنیا میں کسی نے اس قابل بنایا کہ اُن کا رابطہ برزخ میں کروادیا گیا یا ازخود بھی ہوگیا۔

دوسری بات اہل برزخ نے جب کبھی بھی تربیت فرمائی کسی ایک آدھ ایسی ہستی کی تربیت فرمائی پھر جو دوسروں کے لئے روشنی کا مینار بن گئی ہر کسی نہ کسی کے لئے ہر آنے والے کیلئے۔

تیسری بات کہ اہل برزخ نے ہمیشہ اُس عہد میں تربیت فرمائی جس عہد میں ظاہر دنیا میں کوئی اور تربیت کرنے والا نہیں تھا کوئی ایسا شخص نہیں تھا کہ وہ مراقبات کرا سکتا تو انہوں نے کسی ایک ہستی کو سامنے رکھ کر یہ نعمت اس کے سینے میں انڈیلی اور اس کے بعد اس کے ذمے لگا دیا اب اسکی ذمہ داری۔

الحمدللہ جب ہمیں فنا فی الرسول نصیب ہوا اُس وقت روحانی بیعت حضرتؒ خود نہیں کروایا کرتے تھے روحانی بیعت کیلئے لنگر مخدوم حضرت سلطان العارفینؒ کے مزار پر جانا پڑتا تھا وہ خود کرواتے تھے پھر وہ وقت آیا کہ جب انہوں نے یہ سلسلہ حضرتؒ کو منتقل فرمادیا تو اس کے بعد محض اپنی محبت سے حضرتؒ تشریف لے جاتے تھے جانے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ پھر حضرتؒ کے وصال کے بعد ہم حاضری دیتے تھے تو وہ محض اپنی محبت وعقیدت کیلئے لیکن برزخ میں ہوتا یہ ہے کہ ہمارے چکڑالہ کے ایک ساتھی ہوتے تھے خان زمان نام تھا اللہ ان کے درجات بلند کرے اچھے تکڑے زمیندار تھے نمبردار بھی تھے اللہ اللہ کرتے تھے انہیں لاہور ہائی کورٹ میں کوئی کام تھا وہ جا رہے تھے تو حضرتؒ نے انہیں فرمایا کہ بھئی وہاں سے فارغ

> **تصوف خلوص دین کا نام ہے کوئی الگ چیز نہیں ہے۔ وہی دین جسکا ہم دعوی کرتے ہیں۔ وہی دین جس پر ہم عمل کی کوشش کرتے ہیں۔ اس میں دل کی گہرائیوں سے شامل ہونا یہی تصوف ہے۔**

ہو کر داتا صاحب کے مزار پہ جانا میری طرف سے بھی سلام پیش کرنا وہ واپس آئے تو میں حضرتؒ کی خدمت میں موجود تھا وہ کہنے لگے کہ جی میں گیا تھا داتا صاحب کے پاس بڑے پیار سے شفقت سے ملے، اٹھ کر ملے پیار کیا آپ کیلئے بھی سلام بھیجا لیکن عجیب بات ہے کہ میں نے یہ دیکھا جو بندہ بھی آتا ہے سجدہ کرتا ہے کوئی دیوار سے ٹکریں مار رہا ہے تو میں نے عرض کی کہ حضرت آپ کے مزار پہ تو ساری یہ شرک اور بت پرستی ہو رہی ہے لوگ آپ کی قبر کو سجدے کئے جاتے ہیں تو فرماتے ہیں بڑے مسکرائے اور فرمایا کہ جب تک ہم دنیا میں مکلف تھے ہم لوگوں کو شرک سے روکتے تھے اب انہیں شرک سے روکنا تم لوگوں کا کام ہے جو دنیا میں ہو میں تو قبر سے اٹھ کر روکنے کا مکلف نہیں ہوں میرا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے تو صورتحال یہ ہوتی ہے کہ جو ہستی تشریف لے جاتی ہے وہ اپنا کام ختم کر دیتی ہے۔ اب وہ دنیاوی امور کی مکلف نہیں رہتی۔ یہ الگ بات کہ صوفیا کا مسلک ہے کہ اللہ کریم جس طرح فرشتوں سے کام لیتے ہیں اس طرح اپنے برگزیدہ بندوں کی ارواح سے بھی لیتے ہیں پھر یہ اُس کی مرضی ہے اور مشائخ سے جو برکات کسی کو روحانی طور پر ملتی ہیں اُس صورت میں ملتی ہیں کہ جب دنیا میں کوئی ایسا شخص موجود نہ ہو۔ جس سے وہ استفادہ کر سکے اگر ہو تو پھر کہتے ہیں ہم اس کے مکلف نہیں ہیں۔ وہیں جائے۔

حضرت رحمتہ اللہ علیہ کا اپنا مزاج تھا برزخ میں چند سال تو آپ نے برداشت فرمائے پھر فرمانے لگے بھئی دو باتیں مجھے پسند نہیں ہیں ایک تو جن لوگوں کو میں جانتا نہیں ہوں انہیں میرے مزار پہ کیوں لاتے ہو مجھے پتہ ہی نہیں یہ کون ہے کون ہے ہاں فرماتے تھے جو زندگی میں مجھ سے ملتے تھے یا جنہیں میں پہنچانتا تھا اگر وہ آئیں تو موانست کے لئے ٹھیک ہے مجھے بھی خوشی ہوتی ہے لیکن جہاں تک تربیت کا کام ہے یہ تمہاری ذمہ داری ہے تم جانو اور یہ جانیں یہ میری ذمہ داری نہیں ہے میں اپنی نبھا چکا ہوں۔

تو حصول فیض کیلئے جانا اس صورت میں کہ کوئی شیخ موجود ہو تو اسکی تو وہ پرواہ نہیں کرتے حضرت سلطان العارفین کی خدمت میں میرے سامنے حضرتؒ نے ایک آدمی کا مسئلہ پیش فرمایا تو انہوں نے فرمایا یہ ہمارے سلسلے کا تو نہیں ہے جی نہیں ہمارے سلسلے کا نہیں ہے فرمایا تو ہم سے بیگانی بھیڑیں نہیں چرائی جاتیں ہمیں کیا ضرورت ہے اس کے معاملات ڈسکس (Discuss) کرتے رہیں ہمارا اس سے کیا کام۔

تو یہ عجیب لوگ ہوتے ہیں یہ جب دنیا میں موجود ہوتے ہیں تو زندگی میں ان کا اکثر وقت خالق کے ساتھ اور تھوڑا وقت مخلوق کے ساتھ گزرتا ہے یہ مجلس میں بیٹھے ہوتے ہیں اہل مجلس سمجھتے ہیں ہمارے پاس ہیں لیکن ہوتے اللہ کے پاس ہیں متوجہ الی اللہ ہوتے ہیں اور جب برزخ میں چلے جاتے ہیں تو وہاں تو جمال الٰہی سامنے ہوتا ہے بھلا اُسے چھوڑ کر دنیا والوں کی کون سنے گا۔

ایک بات ہے ہم کوئی دعا کرتے ہیں ظاہر ہے سڑک پہ کھڑے ہو کر دعا کرتے ہیں تو اسکی صورتحال اور ہے مسجد میں آ کر کرتے ہیں تو جگہ کی وجہ سے کچھ صورتحال بدل جاتی ہے اللہ کا گھر ہے مقدس جگہ ہے اس طرح جب ہم کسی نیک بندے کے مزار پر بھی جاتے ہیں تو دعا تو اللہ ہی سے کی جاتی ہے لیکن وہ ایک تقدس جو وہاں موجود ہوتا ہے ایک نورانیت جو وہاں موجود ہوتی ہے اسکی وجہ سے صورتحال بدل جاتی ہے۔ اور بہتر ہو جاتی ہے۔ یہ بھی درست ہے کہ کیفیات اگر نصیب ہوں تو اُن میں مثبت اضافہ ہوتا ہے مثبت صورتحال پیدا ہوتی ہے لیکن اگر یہ سمجھ لیا جائے کہ زندہ شیخ کو چھوڑ کر برزخ والے میری تربیت کریں گے تو یہ محال ہے اور وہ نہیں فرماتے اس لئے کہ وہ فرماتے ہیں ہم اس کے مکلف ہی نہیں اور جتنے اسمائے گرامی سلسلے میں ملتے ہیں جن کی تربیت برزخ سے کی گئی خود حضرتؒ کی وہ عہد تھا جب دنیا میں وہ

کم لوگ ایسے ہیں جنہیں زندہ شیخ کی صحبت نصیب ہوئی برزخ سے برکات حاصل کیں لیکن کسی نہ کسی شیخ نے ان کا رابطہ پہلے برزخ سے کرایا تو فائدہ حاصل کر سکے

مراقبات کرانے کے لئے کوئی موجود نہیں تھا۔ تو میرے خیال میں یہ بات ایسی معقول ہے کہ عقلی طور پر بھی بندے کی سمجھ میں آجاتی ہے کوئی ایسا معاملہ نہیں ہے۔

دوسری بات انہوں نے جو پوچھی وہ یہ تھی کہ ہم برکت کے طور پر بعض اور بزرگوں کے نام بھی شجرے میں شامل کرلیں۔ ناممکن ہے۔

شجرہ عالیہ میں جتنے اسماء گرامی ہیں یہ بہت بلند پایہ ہستیاں ہیں اور انقلاب آفرین ہستیاں ہیں اور تقریباً ساری وہ ہستیاں ہیں جن میں کم لوگ ایسے ہیں جنہیں زندہ شیخ کی صحبت نصیب ہوئی برزخ سے برکات حاصل کیں لیکن کسی نہ کسی شیخ نے اُن کا رابطہ پہلے برزخ سے کرایا تو فائدہ حاصل کر سکے وہ ابتدائی کام جس ہستی نے کیا اُسے سلسلے میں شامل شجرہ نہیں کیا گیا جس بندے نے اپنا ایک حصہ ڈالا اُس بندے کو کم از کم مراقبات ثلاثہ کروا کر یا سیر کعبہ کروا کر برزخ تک پہنچایا ابتدائی مراقبات کروا کر اہل برزخ سے رابطہ کروا دیا بنیاد تو تھی اُس کی۔ اسکی عظمت اپنی جگہ اُسکی عزت واحترام اپنی جگہ لیکن اُسے شجرہ عالیہ میں داخل نہیں کیا گیا۔ تو آپ محض برکت کیلئے کسی اور کو کیسے داخل کر لیتے ہیں یہ بھی نصب کی طرح ہوتا ہے اور کوئی اپنے شجرہ نصب میں یہ سمجھتا ہے کہ کسی بڑے کا نام داخل کرلوں برکت ہوگی۔

یہ دو باتیں انہوں نے پوچھی تھیں انہیں بھی میں نے سمجھا دی تھیں میں نے سوچا یہ تعصب کا ایک مشترکہ صورت احوال ہے احباب کی سمجھ میں آجائے میں زیادہ باتیں نہیں کرسکتا۔ میرے کان کے اندر ایک پھوڑا سا ہے اور وہ پھٹ بھی گیا مواد آ رہا ہے اب تک۔ اپنا کان اس لئے یوں ٹیڑھا کر رکھا ہے تو ملاقات بھی ہو جائے گی بات بھی چونکہ انہوں نے وہاں بھی مجھ سے پوچھی تھی۔ احباب تک پہنچا دوں۔ اللہ کریم صحیح سمجھ بھی دے شعور بھی دے توفیق عمل بھی دے اور جتنے جتنے لمحات نصیب ہیں انہیں باقاعدگی سے اور محنت سے خرچ کر کے بھرپور استفادہ کریں اللہ کریم سب کی محنت قبول فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

علماء کی ناقدری کی وجوہات اور ان کا حل

اہل علم کا وجود، علماء کا وجود اور طلباء کا وجود، قرآن کی حفاظت الھیه کے اسباب میں سے سب سے بڑا سبب اور عالم اگر اپنی عظمت سے آشنا ہو تو اللہ نے جسے دین کا علم دے دیا ہے اُس کے لئے دنیا کی سلطنت کی کوئی حیثیت نہیں، دنیا فانی ہے چند روزہ ہے اور آدھے سے زیادہ مخلوق حکمرانوں پر لعنت بھیجنے والی ہوتی ہے۔ جبکہ عالم دین کے لئے شجر و حجر بھی دعا کرتے ہیں۔ اسے زوال نہیں ہے۔

امیر محمد اکرم اعوان

دار العرفان منارہ، ضلع چکوال 24-7-03

بسم اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحیم o

اِنَّا نَحنُ نَزَّلنَا الذِّکرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُونَ o

وَقَالَ النبی ﷺ. العلم علمان علم الادیان وعلم الابدان. او کما قال رسول اللہ ﷺ .

اللہ جل شانہ، نے نوع انسانی کی آفرینش کے ساتھ ہی اس کی ہدایت کا سامان پیدا فرما دیا بلکہ پہلا انسان حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جو اس زمین پہ جلوہ افروز ہوا وہ اللہ کا نبی تھا اور خود ہدایت کا سبب تھا تب سے لیکر ہمیشہ جوں جوں نسل انسانی بڑھتی رہی زمین پر پھیلتی گئی اکناف عالم میں جہاں جہاں انسانی بستیاں بنتی گئیں آباد ہوتی رہیں قومیں بستی رہیں اللہ جل شانہ، نے ہر بستی ہر قوم ہر آبادی میں ہدایت کا سامان مہیا فرما دیا۔ انبیاء مبعوث فرمائے ان پر آسمانی کتابیں نازل فرمائیں صحائف آسمانی نازل فرمائے اور ہدایت کا سلسلہ جاری رہا اور اللہ چونکہ خالق بھی ہے اور رزاق بھی ہے رب ہے اس کی ربوبیت کا تقاضا ہے کہ اپنی مخلوق کی ہر ضرورت ہر وقت ہر جگہ پوری فرمائے تو ہدایت کا سامان مہیا کرنا اس طرح ربوبیت کا تقاضا ہے جس طرح اپنے مربوب کے لئے روزی کا انتظام کرنا کھانے پینے کا صحت کا اسکی مادی زندگی کے لوازمات مہیا کرنا جس طرح شانِ ربوبیت ہے اس طرح اس کی روحانی ابدی دائمی زندگی کے لوازمات جو اس دنیا میں ضروری ہیں وہ مہیا کرنا اسکی ربوبیت کا تقاضا ہے اور اس کی شان کو سزاوار ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ اس کی نافرمانی کرتے ہیں سرے سے اس کو مانتے ہی نہیں قائل ہی نہیں ہوتے، کتابوں کو نہیں مانتے، انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہیں مانتے، ان پر بھی رزق کے دروازے بند نہیں فرماتا چونکہ وہ رب العالمین ہے اگر ہدایت انہیں نہیں ملتی تو وہ خود رد کر دیتے ہیں لیکن جب کبھی دل سے توبہ کریں تو ان پر دروازہ بند نہیں کرتا۔ مرنے سے پہلے بڑے سے بڑا کافر بڑے سے بڑا گناہ گار ساری زندگی جس کی کفر و شرک میں گزری ہو اس کیلئے بھی توبہ کا دروازہ اس نے بند نہیں فرمایا اس لئے کہ وہ رب ہے اور اس کی شانِ ربوبیت کو سزاوار ہے کہ جہاں جس چیز کی ضرورت ہو وہ مہیا کرے۔ ایک عجیب بات جو انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام اور کتب سماوی کے ساتھ رہی وہ یہ تھی کہ ایک تو انبیاء جو مبعوث ہوتے تھے خاص قوم کے لئے خاص علاقے کے لئے ایک خاص وقت کیلئے ہوتے تھے۔

> **اب تو جہاں جمعہ پڑھا جاتا ہے اسے جامع مسجد کہتے ہیں۔ حالانکہ جمعہ پڑھنے سے مسجد جامع نہیں بنتی، جامع کا مطلب ہے یونیورسٹی یعنی دنیا کے تمام علوم کا مرکز۔**

آدمیت اپنی جوانی کی طرف یا اپنے عروج کی طرف بڑھ رہی تھی حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جن سے اس دنیا کی آبادی شروع ہوئی تو یہ بچپن تھا آدمیت کا، انسانیت کا پھر جوں جوں اشیاء ایجاد کرنے کا شعور آیا

ضرورتیں پیش آئیں۔ وقت بدلا اقوام عالم پھیلیں، زبانیں تبدیل ہوئیں خوراک بدل گئی رسومات بدل گئیں جسمانی قوتوں میں تبدیلی آئی کہیں کے لوگ بڑے طاقتور کہیں کمزور تو جس علاقے میں لوگوں کی جو استعداد ہوتی تھی اس کے مطابق اللہ کریم ہدایت نازل فرماتے تھے اس کے مطابق عبادات کا حکم دیتے تھے اس کے مطابق **لایکلف اللہ نفس الا وسعھا۔** کا قانون ہمیشہ رہا کہ جو کام کسی کے بس میں نہیں وہ اس کے ذمے نہیں لگایا گیا ایک بات ذہن میں رہے کہ اگر بنیادی طور پر ہم تمام آسمانی کتابوں کو تقسیم کریں تو ان میں دو باتیں ہیں ایک خبر ہے اور ایک اوامر ونواہی کے احکام۔ خبر یا تو تبدیل ہوتی نہیں یا تبدیل ہو جائے تو دو میں سے ایک صحیح ہوتی ہے خبریں دونوں سچی نہیں ہوتیں ایک حقیقت پہ وارد ہوتی ہے۔ اگر دو خبریں مختلف آتی ہیں تو دونوں میں سے ایک صحیح ہوتی ہے۔ خبر کیا تھی اللہ کی توحید اُس کا لاشریک ہونا، اسکا ابدی ہونا، اس کا عالم کائنات ہونا، اسکی ذات اور اسکی صفات کے بارے میں اطلاع، یہ خبر موت کے بارے زندگی کے بارے خبر تھی، فرشتوں کے بارے اطلاع تھی جنت ودوزخ برزخ حساب کتاب یہ سب کیا تھا یہ شعبہ خبر تھا۔

دوسرا شعبہ تھا احکام کا یہ چیز حلال ہے یہ حرام ہے اتنے وقت پہ اتنی عبادت کی جائے اس طرح سے عبادت کی جائے تو یہ یاد رہے کہ آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام سے لیکر حضور آقائے نامدار ﷺ تک جتنے انبیاء جتنی کتابیں آئیں ان سب میں خبر واحد تھی توحید باری رسول پر ایمان لانے کی دعوت، رسول کی رسالت کی صداقت ، قیامت، حشر ونشر، برزخ، جنت ودوزخ، حساب کتاب، فرشتوں کا وجود یہ ساری شعبہ خبر ہیں ان میں کبھی تبدیلی نہیں آئی۔ اب عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام میں اور آقائے نامدار ﷺ میں کم وبیش پانچ صدیوں کا فاصلہ ہے۔ کوئی عیسائی مکتب فکر صحیح عقیدے پر نہیں رہا تھا حضور الصلوۃ والسلام کسی مدرسے کے دروازے سے بھی نہیں گزرے، کسی عالم کے پاس تشریف نہیں لے گئے لیکن عقیدہ ذات باری کے بارے بیاں فرمایا تو وہی فرمایا جو عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اور جو اس میں تحریف یا تبدیلی تھی اسکا رد فرمایا یعنی خبر ہمیشہ ایک رہی احکام بدلتے رہے اور احکام کی تبدیلی کوئی بڑی تبدیلی نہیں ہوتی وقت اور حالات کے ساتھ احکام تبدیل ہوتے ہیں ایک وقت میں پہلا حکم صحیح ہوتا ہے دوسرے وقت میں دوسرا صحیح ہوتا ہے احکام اپنے اپنے وقت پر سارے صحیح ہوتے ہیں ایک جرنیل فوج لڑا رہا ہے ایک وقت میں وہ حکم دیتا ہے آگے بڑھو حملہ کرو صحیح ہے، ایک وقت میں وہ سمجھتا ہے کہ میری فوج کیلئے پیچھے ہٹنا مناسب ہے ورنہ فوج نقصان اٹھائے گی تو وہی جرنیل حکم دے دیتا ہے پیچھے ہٹ جاؤ تو دونوں حکم صحیح ہیں اس وقت وہ صحیح تھا اب یہ صحیح ہے۔

میری گزارش یہ ہے کہ ہر دینی ادارہ اپنے بچوں کو رزق کے حصول کا کوئی ذریعہ بھی ضرور سکھائے۔

احکام کی تبدیلی جو ہے یہ ہمیشہ سے ہوتی رہتی ہے وقت کے، حالات کے، ضرورت کے مطابق لیکن اخبار میں تبدیلی نہیں ہوتی لہٰذا ہر صحیفے میں اور ہر نبی نے بنیادی حکم یہی تعلیم فرمایا **لا الہ الا اللہ o**

چونکہ ایک تو صحائف اور کتب سماوی ایک مخصوص قوم اور ایک مخصوص زمانے کیلئے تھے اس کے بعد دوسری آ گئی پہلی کی ضرورت نہ رہی۔ تیسری آ گئی۔ انبیاء ایک وقت میں روئے زمین پر مختلف قوموں میں بیک وقت بھی متعدد نبی رہے ہر نبی نے خبر ایک ہی دی احکام میں فرق ہوگا۔ انسانیت کی بلوغت کے ساتھ ساتھ احکام میں اگر ترتیب سے دیکھا جائے لمبا موضوع ہے لیکن کتب سماوی میں ایک ترتیب سے دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ جوں جوں انسانیت بلوغت کی طرف بڑھی تو احکام ذرا اور زیادہ سنجیدہ ہوتے گئے عبادات کے طریقے بھی زیادہ سنجیدہ ہوتے گئے عبادات کو بڑھا دیا گیا بالکل اس طرح سے نصاب نظر آتا ہے جس طرح آپ سکول میں مدرسے میں جاتے ہیں تو آپ کو (ا۔ب۔پ) سے شروع کرایا جاتا ہے تو پھر آپ آخری کتابیں بھی پڑھ رہے

ہوتے ہیں اس طرح انسانیت بھی ابتداء سے اپنی بلوغت تک ایک بالترتیب احکام شرعی میں داخل ہوتی ہے ایک وقت آیا جب انسانیت اپنی بلوغت کو پہنچ گئی اور خالق کائنات نے فیصلہ کیا کہ اب انہیں کسی تبدیلی کی یا اس پر مزید کسی حکم کے بڑھانے کی ضرورت نہیں ہے۔تب آقائے نامدار ﷺ کو مبعوث فرمایا اور آپ وہ کتاب لائے جو بیک وقت سارے انسانوں کے لئے اور سارے زمانوں کیلئے ہے روئے زمین پر بسنے والی ساری اقوام وہ گورے ہوں یا کالے وہ امیر ہوں یا فقیر وہ شمال میں رہتے ہوں یا جنوب میں ایسا معتدل راستہ ایسے احکام وفرامین زندگی گذارنے کے ایسے طریقے اس میں سمو دیئے جو ہر خطہ زمین پر ہر موسم میں ہر حال میں ہر آدمی کیلئے قابل عمل ہیں اور باب نبوت بند کر دیا گیا نہ نئی ہدایت کی ضرورت رہی نہ نئی کتاب کی ضرورت باقی رہی نہ نئے نبی کی ضرورت باقی رہی۔یہاں سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ کتب سماوی کو تو لوگوں نے تحریف کر کے تباہ کر دیا اور بالکل الٹ عقائد گھڑ لئے اب یہودیوں کے پاس بھی آسمانی کتاب تھی لیکن انہوں نے کہا عزیر ابن اللہ۔

حضرت عزیر علیہ السلام ،اللہ کے بیٹے ہیں حالانکہ کتاب کے صریح بالکل مخالف تھا اسی طرح عیسائیوں کے پاس کتاب تھی جس میں توحید باری تھی انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا مان لیا تو کتب سماوی کے ساتھ جو بگڑے ہوئے انسانوں نے سلوک کیا۔اب سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ آئندہ کیلئے کوئی نئی کتاب نہیں آئے گی۔نیا نبی نہیں آئے گا نیا چراغ روشن نہیں کیا جائے گا لیکن اگر اس چراغ پر رنگ برنگے شیشے لوگوں نے چڑھا دیئے اس کتاب میں بھی معاذ اللہ تبدیلی ہوگئی، تحریف ہوگئی عقائد میں تبدیلی آگئی احکام میں آگئی تو کیا ہوگا۔اس کا جواب اس مالک الملک نے دیا کہ یہ کتاب میں نے نازل کی ہے اور اسکی حفاظت کا ذمہ بھی میرا ہے اس میں کوئی تبدیلی نہیں لاسکتا۔یہ اتنی بڑی بات ہے کہ یہ صرف اللہ کریم ہی ارشاد فرما سکتے ہیں کسی مخلوق کو یہ جرات نہیں ہے کہ وہ یہ دعوی کرے اور چودہ سو سال کا سوا چودہ سو سال کا طویل سفر تاریخ کا، اس بات پر گواہ ہے کہ اس کی کوئی زیر زبر اسکا کوئی نقطہ اس کی س ش کا کوئی ٹنذہ تبدیل نہیں کیا جا سکا۔یہ بھی حفاظت الٰہیہ ہے اس کے اہتمام کیا فرمائے قدرت باری نے۔لوح محفوظ میں تو ویسے محفوظ ہے وہاں کسی نے تحریف کرنے تو جانا نہیں ہے فرشتوں کے پاس محفوظ ہے اللہ کی بارگاہ میں محفوظ ہے حفاظت الٰہیہ کا مقصد یہ تھا کہ نوع انسانی کے اندر محفوظ رہے اور جب بھی جہاں بھی کسی میں طلب پیدا ہوا سے حق میسر ہو جب پہلی کتابوں میں تحریف ہوتی تھی تو عالم یہ ہوتا تھا کہ مکۃ المکرمہ کے ایک شخص تھے زید بن عمرو بن طفیل انہوں نے بتوں کی پوجا دیکھی تو ان کا دل بیزار ہو گیا کہ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ ایک پتھر کو آپ گھڑتے ہو اور اُسے غسل خانے میں لگا دیتے ہو اور دوسرے کو گھڑتے ہو اس کے آگے سجدہ ریز ہو جاتے ہو تو یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ تمہارے گھڑنے سے اس پتھر اور اُس پتھر میں کیا فرق ہو گیا۔یہ بھی پتھر ہے وہ بھی پتھر ہے دونوں پہاڑ سے نکلے آپ نے ہتھوڑے سے توڑے چھینی سے انہیں تراشا یا کسی طرح انہیں تو ایک کو آپ نے پاؤں کے نیچے لگا دیا اس پر کھڑے ہو کر غسل کر لیتے ہو دوسرے کو اٹھا کر وہاں بچھا دیا اور اُس کے آگے سجدہ ریز ہو جاتے ہو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔پھر انہوں نے اپنے زمانے اور وقت کے مطابق جہاں تک وہ چل سکے اس وقت کیونکہ عیسائی راہبوں کو دین حق پر مانا جاتا تھا اور دین عیسوی آخری دین تھا، یہود کے علماء کے پاس بھی گئے اس میں بہت زیادہ تحریف تھی، عیسائیوں کے پاس بھی۔آخر انہیں ایک عیسائی عالم نے بتایا کہ ہمارے پاس دین نہیں ہے ہم اُسی محرّف دین کو لیکر بیٹھے ہیں خود ہمیں بھی پتہ نہیں کہ حق کیا ہے تم وقت ضائع نہ کرو پھر وہ واپس مدینہ منورہ میں آ گئے ساری عمر گھومنے میں لگ گئی، بوڑھے ہو گئے تو بیت اللہ شریف میں بیٹھ کر مٹی اٹھا لیتے اور کہتے کہ مجھے پتہ ہے تو ہے لیکن تو کہاں ہے کیسا ہے میں نہیں

ہماری بدقسمتی ہے کہ حکومت کے کھربوں کے بجٹ میں دین کے لئے ایک پائی نہیں ہوتی۔

جانتا مجھے یہ پتہ ہے کہ تیری عبادت کرنی چاہئے لیکن کیسے کرنی چاہئے یہ نہیں پتہ وہ ہتھیلی پہ مٹی رکھ کے اُس پہ پیشانی رکھ کے کہتے کہ تو میری عاجزی قبول کر لے میں جانتا نہیں تو کیسا ہے تو کہاں ہے ہاں یہ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ اس کائنات کا خالق و مالک کوئی ہے اور وہی عبادت کے لائق ہے وہ کون ہے وہ کہاں ہے مجھے نہیں معلوم۔ ان کے شعر بھی ملتے ہیں جو اُن سب حالات کے بارے میں انہوں نے کہے تھے مورخین نے نقل کیلئے ہیں فرماتے ہیں

اربٌ واحدٌ ا الف ربّ ادین اذا تقسمته الامور،

ارے کہتے ہیں رب کوئی ایک ہوگا یہ ہزاروں رب کیسے ہو سکتے ہیں اگر ہزاروں رب ہوتے اور سب کی ایک جیسی قوت ہوتی تو کبھی لڑتے بھڑتے ایک کہتا سورج طلوع ہوگا۔ دوسرا کہتا نہیں ہوگا ایک کہتا بارش ہوگی دوسرا کہتا نہیں ہوگی ایک کہتا یہ بادشاہ بنے گا دوسرا کہتا میں اسے زندہ نہیں رکھنا چاہتا، کچھ تو ہوتا یا رکچھ بھی نہیں ہوتا۔ ہر چیز پوری خاموشی اور سکون کے ساتھ آباد ہوئے جا رہی ہے کسی ایک ہی کی کوئی روکنے والا نہیں۔

اربٌ واحداً الف ربِ ءَ دین اذا تقسمته الامور

کیا یہ دین ہے جب کام بانٹ دیئے جائیں روٹی والا رب یہ ہے پانی والا وہ ہے صحت وہ دے گا بیماری وہ ٹھیک کرے گا تو جب یہ شعبے بانٹ دیئے جائیں تو پھر دین تو نہ رہا یہ تو منڈی بن گئی۔ ترکت لات والعزیٰ جمیعاً میں لات وعزیٰ سب سے بیزاری کا اعلان کرتا ہوں وہ کہتے تھے کذالک یفعل رجل بصیرہ، جس بندے کو اللہ نے بصیرت دی وہ ایسے ہی کرے گا۔ ان پتھروں کے آگے نہیں جھکے گا۔

عظمت دین کی امین اگر اپنی ذات کی عظمت قائم نہ رکھ سکیں تو دین کی کیا خاک رکھ سکیں گے۔

عالم کی توہین یہ ہے کہ کوئی یہ کہے کہ یہ میری مدد کا محتاج ہے جس کے ساتھ رب ہے وہ کسی کا محتاج کیوں ہو۔

تو پہلی کتابوں کے ساتھ یہ حشر ہوا اب اگر خدانخواستہ اس کتاب کے ساتھ بھی یہ ہوتا تو جن میں طلب ہدایت ہوتی وہ بھی محروم رہتے انکی محرومی کا ازالہ تو ہو گیا بعثت محمد رسول اللہ ﷺ سے اور آپ ﷺ زید بن عمرو بن طفیل کے واقعے پہ فرماتے ہیں کہ اس طرح کے لوگوں کو اللہ جہنم میں نہیں بھیجے گا توحید کے قائل بھی تھے اور شرک کا رو بھی کرتے تھے اور میری بعثت سے پہلے جو عہد فترت تھا اُس میں اتنا ہی دین تھا بلکہ ایک سیاہ رنگ کی حبشی خاتون آ رہی تھیں آپ ﷺ کے سامنے سے آ رہی تھیں تو آپ ﷺ نے اسے روکا اور پوچھا کہ کیا اللہ ہے اس نے کہاں ہاں اللہ ہے کہاں ہے اس نے کہا ۔ فی الغمام کہیں اوپر بادلوں میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا ھی مسلم یہ تو مسلمان ہے یعنی جس تک آپ کی تعلیمات نہیں پہنچی اس کے لئے اللہ کی ذات کا قائل ہونا اور اس کے قادر ہونے کا قائل ہونا ہی دین تھا سارے کا سارا اور اس پر ہی اس کی نجات ہو جائے گی۔

لہٰذا رب العالمین نے اس کتاب کی حفاظت کا اہتمام فرما دیا اور یہ بھی اسکی ربوبیت کا تقاضا تھا کہ ذریعہ ہدایت کو محفوظ فرما دے۔ کیسے؟ فرمایا، حفاظت تو تب ہی ہے کہ انسانوں میں ہو اس کے صحیح جاننے والے ہوں، ماننے والے ہوں اور اس کے صحیح احکام پر عمل کرنے والے صفحہ ہستی پر موجود ہوں اور اس میں کوئی خرابی نہ کر سکے حفاظت تو اسی کا نام ہے لہٰذا اس نے اپنی مخلوق میں سے بندے پسند کر لئے چن لئے اس کی اپنی مرضی ہم کسے اچھا سمجھتے ہیں یہ اور بات ہے وہ کسے چن لیتا ہے یہ اور بات ہے۔

نبی علیہ الصلوۃ والسلام جلوہ افروز تھے

ایک غریب صحابی نوجوان تھا پھٹے ہوئے لباس اور پریشان بالوں کے ساتھ گزرا آپ کی نظر مبارک پڑی تو ساتھ بیٹھے ہوئے خدام سے ایک سے استفسار فرمایا کہ یہ جو جوان جا رہا ہے اس کے بارے تمہارا کیا خیال ہے کہنے لگا حضور بے روزگار سا آدمی ہے اور نیم پاگل سا ہے اور ایسا ہے کہ اسے تو کوئی رشتہ دینے کو بھی تیار نہیں آپ ﷺ نے فرمایا لیکن اللہ کے نزدیک اس کا مقام ایسا ہے کہ اس کے منہ سے کوئی بات نکل جائے اللہ پوری کر دیتا ہے یعنی عند اللہ اس کا مقام و مرتبہ یہ ہے کہ اگر کچھ کہہ دے گا وہ ہو جائے گا تو ہم ہمارا معیار کیا ہے ہم کسے سمجھتے ہیں کہ مناسب ہے موزوں ہے اسکا اپنا انتخاب کیا ہے جسے وہ مناسب سمجھتا ہے اُسے حفاظت قرآن کیلئے چن لیتا ہے۔ اور میں نے یہ دیکھا ہے کہ بیشتر وہ لوگ جنہیں دنیا غربت کی وجہ سے یا کسی کمزوری کی وجہ سے ناکارہ سمجھتی ہے انہیں وہ سب سے زیادہ پسند کر لیتا ہے پھر کسی کے سینے میں پوری کتاب رقم کر دیتا ہے اور ساری زندگی اس کے سینے میں رقم رہتی ہے یہ حفاظت کا عجیب ایک ایسا ذریعہ ہے کہ کتاب سے تو کوئی زیر زبر مٹا دے اس دل سے کون کھرچ کے نکالے۔ جہاں کوئی ایک زیر زبر غلط پڑھے گا پیچھے سے بندے بول اُٹھیں گے کہ زیر نہیں زبر ہے، زبر نہیں زیر ہے اب اسکا کوئی حل کفر کے پاس نہیں ہے کہ وہ حفاظ کے سینے سے کھرچ کر نکالے اور یہ ایک معجزہ قرآن حکیم قدرت باری کا ہے۔ آپ چھوٹی سی کتاب ایک چھوٹا سا پیراگراف کسی کو یاد کرا دیں اور اسے دہرانے کے لئے کہیں ہو بہو نہیں دہرائے گا مفہوم وہی ہوگا الفاظ کہیں نہ کہیں کوئی نہ کوئی لفظ بدل جائے گا اکثر تو مفاہیم بدل جاتے ہیں لیکن الفاظ ہو بہو یاد نہیں رہتے سوائے قرآن کریم کے دنیا کی کسی کتاب کا ایک پیرا آپ یاد کر لیں ہو بہو الفاظ یاد نہیں رہیں گے کہیں بدل جائے گا۔ کہیں زیر زبر بدل جائے گی اور پھر عجیب بات ہے سات آٹھ سال کا بچہ ہے تیس پارے اس کے سینے میں ہیں اسّی سال کا ضعیف آدمی ہے بات کرنے میں بھولتا ہے، روٹی پانی مانگنے میں بھولتا ہے۔ قرآن کی بات کرو تو پرانا حافظ ہے اُسے ازبر ہے بالکل آنکھیں نہیں ہیں اندھا بندہ ہے کوئی دکھائی نہیں دیتا۔

> **قرآن حکیم ایسی کتاب هے جو بیک وقت سارے انسانوں کے لئے اور سارے زمانوں کے لئے هے۔**

حافظوں کا شعبہ ہے کہ اس کی حفاظت ہمارے ذمہ ہے اب چونکہ نوع انسانی میں حفاظت مطلوب تھی نوع انسانی میں سے ایسے بندے چن لئے جن کے دلوں میں، سینوں میں، نہاں خانہ دل میں اتار دیا اس کو اور یہ قیامت تک انشاء اللہ جاری رہے گا اسے کوئی نہیں روک سکتا پھر ایسے بندے پیدا کر دیئے جو اس طلب میں اس تلاش میں رہتے ہیں۔

انسانی زندگی بڑی عجیب ہے اور انسان بڑا مطلق العنان ہو کر زندہ رہنا چاہتا ہے۔ ہمارے نزدیک جو لوگ بہت کمزور ہیں ان لوگوں میں جا کر بیٹھیں تو وہ اپنی عبادت ہم سے زیادہ سمجھتے ہیں میری عادت ہے میں مختلف لوگوں سے ملتا رہتا ہوں زندگی کو دیکھنے کیلئے تو میرے ذہن میں ایک خیال ہوتا تھا کہ یہ جو خانہ بدوش ہوتے ہیں کہ یہاں سے جھگی اٹھائی وہاں لگا لی ان کا کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔ روٹی گدا کر کے کھاتے ہیں شام کو جھگی میں پڑے رہتے ہیں یہ آزاد لوگ ہونگے بڑے مزے میں ہوں گے۔ چلو عقیدہ ایمان ایک الگ بات ہے لیکن جو ہمارے دنیاوی مسائل نہیں۔ (Honour) کا مسئلہ باپ مرگیا تو اگر اب ذبح نہیں کیے گا تو میری عزت نہیں رہے گی جب تک چار دنبے ذبح نہیں ہونگیں فلاں نے دس ہزار کے دنبے کی قربانی کی اگر میں بیس ہزار کا نہیں لاتا تو میری عزت نہیں رہتی۔ دین میں بھی، زندگی موت میں بھی، جنازے میں بھی، قبر بنانے میں بھی ہمیں تو آنر نے مار دیا۔ تو میں نے کہا یہ تو اس سے آزاد ہوں گے تو میں نے ان کے پاس بیٹھ کر، ان کے پاس آ جا کر دیکھا ان میں یہ انا ہم سے زیادہ ہے اور ان کی ایک دوسرے کے ساتھ ہم سے زیادہ لگتی ہے۔ کھاتے گدا کر کے ہیں یعنی انسان کے مزاج میں ہے کہ وہ مطلق العنان ہو کر اور اپنے آپ کو سب سے بالاتر کر کے زندہ رہے اور یہی سب سے بڑی بات ہے کہ انسان

یہ سمجھ جائے کہ مطلق العنانی میرا حق نہیں یہ اُسے سزاوار ہے یہی سارا دین ہے سارے کا سارا دین یہی ہے جب یہ بات سمجھ آ جائے تو پھر پتہ چل جاتا ہے کہ میں اپنی مرضی سے نہ کھاؤں میں مطلق العنان تو نہیں ہوں میں اپنی مرضی سے نہ سوؤں الصلوۃ خیر من النوم۔

اَذان ہو گئی اب بس خواہ آدھا گھنٹہ سوئے ہو یا گھنٹہ سوئے ہو، یا ساری رات سوئے ہو اب سونے کی اجازت نہیں اب اٹھو یعنی زندگی سارے کی ساری کسی اور کی پسند پہ چلی گئی اور اس کا دوسرا پہلو دیکھا جائے تو انسان کی عظمت کی انتہا ہے کہ اس کے سونے جاگنے اٹھنے کے پروگرام اللہ کریم بنائے کتنا اہم ہے وہ شخص کہ جس کے کمانے خرچ کرنے کا میزانؔ جسکی دوستی دشمنی کا فیصلہؔ جس کے سونے جاگنے کے پروگرامؔ بارگاہ الوہیت سے بنیں بارگاہ رسالت سے عطا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ انسان کے لئے اس سے بڑی عظمت کا کوئی تصور ہی نہیں اور کتنے ہی خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہیں اس نے حفاظت دین کے لئے جو خود وعدہ فرمایا تھا اس نے وہ مسبب الاسباب ہے دنیا عالم اسباب ہے اور وہ اپنے ضابطوں کی خلاف ورزی خود بھی نہیں کرتا۔

زندگی میں ہر جگہ استثناء ملے گا اس لئے کہ یہ ثابت رہے کہ اللہ قادر ہے اور وہ مجبور نہیں ہے کہ اس طرح کیا جائے میں نے ایک دفعہ مستثنیات جمع کی تھیں اور مجھے اب یاد نہیں لائبریری میں شاید وہ کاغذ اب بھی پڑا ہو تو زندگی کے ہر شعبے میں استثناء موجود ہے ہر جانور کے دو پھیپھڑے ہوتے ہیں سانپ میں جو اژدھا ہوتا ہے اس کا ایک پھیپھڑا ہوتا ہے یعنی اس طرح کی اب ہر جانور کا نیچے کا جبڑا حرکت کرتا ہے اوپر کا جبڑا فکس ہوتا ہے مگرمچھ کا اوپر کا جبڑا حرکت کرتا ہے نیچے کا فکس ہوتا ہے یہ استثناء ہے کہ اللہ مجبور نہیں ہے کہ ایسا ہی بنائے اسی طرح بہت سی میں نے مستثنیات جمع کیں تھیں مجھے اب یاد نہیں ہیں زندگی کے ہر شعبے میں استثناء ہے اب عیسیٰ علیہ السلام کو

امام احمد بن حنبلؒ علیہ ساری زندگی چند کنال زمین پر گزارہ فرماتے رہے۔ ساری آمدن کے تین حصے فرماتے تھے ایک تو اللہ کی راہ میں دے دیتے ایک کو فصل کی تیاری کے لئے رکھ لیتے اور ایک کو سال بھر کی خوراک کے طور پر اپنے لئے رکھ لیتے

پیدا فرمایا استثناء ہے کہ وہ مجبور نہیں کہ مرد اور عورت کے ملاپ سے بچہ پیدا کرے یہ استثناء ہے وہ قادر ہے بغیر مرد کے بھی پیدا کر سکتا ہے لیکن استثناء میں بھی اسباب کو نظر انداز نہیں فرماتا جبرائیل امین کو حکم دیا کہ تم جا کے دم کرو یعنی سبب ہونا چاہئے عالم اسباب ہے سبب ہونا چاہئے تو مستثنیات کے پیچھے بھی اسباب ہیں۔ یہاں بھی حفاظت کیلئے عالم اسباب میں اُس نے سبب انسانی سینوں کو بنا دیا، انسانی قلوب کو بنا دیا اور ان میں رقم کر دیا۔ اُس نے انسانی زبانوں اور انسانی دماغوں کو سبب بنا دیا فرفر سارا دین ضبط کر دیا ان کے ذہن میں اور ان کی زبانوں سے جاری کر دیا ان کے اعضاء و جوارح کو سبب بنا دیا قیام دین کا اور وہ عمل کئے جا رہے ہیں اور دنیا کو جہاں سے جہاں چلی جائے جو کسی کا جی چاہے کرے جتنا ظلم ہو جتنی زیادتی ہو آرام ہو یا تکلیف ہو کئے جا رہے ہیں۔

تو اہل علم کا وجود، علماء کا وجود، طلباء کا وجود قرآن کی حفاظت الٰہیہ کے اسباب میں سے بہت بڑا سبب ہے اور عالم اگر اپنی عظمت سے آشنا ہو تو اللہ نے جسے دین کا علم دے دیا ہے اس کے لئے دنیا کی سلطنت کی کوئی حیثیت نہیں وہ فانی ہے۔ چند روزہ ہے اور آدمی سے زیادہ مخلوق حکمرانوں پہ لعنت بھیجنے والی ہوتی ہے جبکہ عالم دین کے لئے شجر اور حجر بھی دعا کرتے ہیں اسے زوال نہیں ہے۔

عنداللہ عظمت ہے اسکی۔ ہم اہل علم اور اہل دین کا طبقہ جو ہے اس عہد میں آ کر کمزور بھی ہو گئے اور بدنام بھی' میں یہی آخری بات عرض کرنا چاہتا ہوں۔

ہم اگر متقدمین کو دیکھیں تو سب سے پہلے دین کے امین ہیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ جہاد بھی کئے انہوں نے تبلیغ بھی عملاً کی، ہماری طرح تقریریں نہیں کیں۔ جہاں سے گزر جاتے لوگوں کو پتہ چلتا یہ بندہ کوئی مختلف قسم کا ہے۔ بول چال الگ ہے اس کے ملنے جلنے کے انداز الگ، اس کے کام کرنے کا طریقہ ہے اور ہے بڑا مزے دار، ایسا ہی ہونا چاہیے۔ اسلام اس طرح سے پھیلا۔ آپ کو کوئی جلسہ کوئی لمبی تقریر کوئی بڑا رسالہ اس عہد میں نہیں ملتا۔

ابوبکر صدیقؓ خلیفہ منتخب ہو گئے اس وقت بھی ہاتھ پر کپڑے کے تھان لئے بازار میں بیچتے ہوتے تھے جو وقت بچتا تھا حتیٰ کہ گزارش کر کے منع کیا گیا کہ

امورِ خلافت میں سے اتنا وقت نہیں بچتا کہ آپ یہ کام کریں آپ وظیفہ لیں اور سارا وقت دیں تو آپ نے فرمایا پھر جس پہ میرا گزارہ ہو جائے اتنا میرا وظیفہ مقرر کر دو۔ لیکن وقت وصال دو وصیتیں کیں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے فرمایا کہ میرے بیٹے یہ جو پرانی چادر میرے تن پہ ہے اس کا میرا کفن بنا دینا انہوں نے کہا ابا جی ساری دنیا کے لئے کپڑا ملتا ہے آپ کے لئے کیا نیا کپڑا نہیں ملے گا آپ نے فرمایا نیا کپڑا کسی زندہ کے کام آجائے گا میرے لئے میری چادر کافی ہے میری رفیق ہے پرانی اور دوسرا فرمایا کہ میں جب سے خلیفہ منتخب ہوا ہوں تب سے میرے وصال تک بیت المال سے جو کچھ آیا ہے میری جائیداد بیچ کر واپس کر دیا جائے۔

چونکہ یہ طریقہ کار رہا ہے تمام علماء کا امام ابوحنیفہؒ بڑے تاجر تھے امام ابو یوسفؒ تاجر تھے۔ شمس اللہ العلماء حلوائی تھے مٹھائی بیچا کرتے تھے اور جب وہ سمجھتے کہ آج کے دن کا گزارا ہو گیا دوکان بند کر کے اپنے مکتب میں جا بیٹھتے تھے باقی کام پڑھنے لکھنے کا کرتے تھے ہمارے بزرگوں کا طریقہ یہ رہا ہے کہ دین کا کام اولیت دیکر کیا لیکن رزق پیدا کرنے کا کام اتنا ضرور کیا کہ رزق میں کسی کی محتاجی نہ ہو۔

برصغیر میں ہمارا جو نظام تعلیم تھا وہ علماء کے ہاتھ میں تھا انگریز کے آنے سے پہلے بڑے بڑے عظیم مدارس تھے، جامعات انہیں کو کہتے تھے جو انگریزی کا لفظ ہے یونیورسٹی، جامعہ اس کا عربی ترجمہ ہے۔ اب تو جہاں جمعہ پڑھا جاتا ہو اسے جامعہ مسجد کہہ دیتے ہیں۔ حالانکہ جمعہ پڑھنے سے مسجد جامع نہیں بنتی۔ جامعہ کا مطلب ہے یونیورسٹی یعنی دنیا کے تمام علوم کا مرکز۔ تو جامعات جو تھیں ان میں دین و دنیا دونوں یکساں تھے جرنیل بھی وہاں سے آتے تھے فن حرب و ضرب بھی سکھایا جاتا تھا میڈیکل سائنسز پڑھائی جاتی تھیں۔ طبیب بھی وہیں سے آتے تھے، استاد بھی وہیں سے آتے تھے، سپاہی بھی وہیں سے آتے تھے اور عالم حافظ اور صوفی بھی وہیں سے آتے تھے انگریز نے جب قبضہ کیا تو لارڈ کلائیو نے جو رپورٹ بھیجی اسکی نقل یہاں قائداعظم لائبریری لاہور میں بھی ہے پہلے انڈیا آفس برطانیہ میں ملتی تھی اس میں اس نے لکھا کہ برصغیر میں مسلمانوں کے پڑھے لکھے لوگوں کی تعداد چوراسی فیصد ہے انہیں کیسے قابو کیا جائے جس قوم کے چوراسی فیصد لوگ پڑھے لکھے ہوں چنانچہ انہوں نے کوشش یہ کی ایک دم سے یہ حکم دیا کہ جو بندے بھی دینی اداروں کے پڑھے ہوں انہیں سرکاری نوکری نہ دی جائے دینی اداروں سے زمینیں واپس لیں جاگیرداروں کو جو لاکھوں سینکڑوں مربع زمین الاٹ ہوئی ہے اس میں اسی فیصد زمین دینی اداروں سے چھینی گئی ہے اس طرح سے انہوں نے غنڈے پالے اور دینی اداروں کو بند کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ یہ بہت بڑا جہاد تھا۔ اس عہد کا جو علماء نے کیا کہ زکوٰۃ جمع کی خیرات مانگی دَر دَر پہ جا کر دو دو آنے مانگے لیکن اُس دینی تعلیم کے سلسلے کو جاری رکھا اتنے وسائل انہیں میسر نہ آئے کہ وہ یونیورسٹی کی طرح دین و دنیا کو متوازی چلا سکیں اور یہ جو سوڈیڑھ سو سال کا عرصہ جو عذاب الٰہی کا انگریز کی غلامی کا تھا اس میں ایسے لوگ جن کے پاؤں پھولوں پر ہونے چاہئیں تھے وہ بوریئے پر سوئے اور مٹی کے دیئے کی لو میں چھوٹے چھوٹے حجروں میں زندگی بسر کر گئے جن کی پاکدامنی پہ فرشتے بھی ناز کیا کرتے تھے۔ اللہ نے انہیں سبب بنایا مجھ تک آپ تک یہ نعمت پہنچی ورنہ ہم بھی واہ گرو واہ گرو کر رہے ہوتے۔ اللہ نے اس سرزمین پر انہیں ہدایت جاری رکھنے کا سبب بنایا۔ لیکن جب ملک مسلمانوں کے ہاتھ آ گیا علماء کو بھی چاہئے تھا تقاضا کرتے حکمرانوں کو بھی چاہیے تھا حیا کرتے اور دینی اداروں کو پھر وہی مرتبہ ملتا جو انگریز کے قبضے سے پہلے تھا۔ لیکن ہماری بدقسمتی کہ حکومت کے کھربوں کے بجٹ میں دین کے لئے ایک پائی نہیں ہوتی یعنی دین کے لئے کوئی تبدیلی نہیں آئی کہ انگریز حاکم ہے یا مسلمان حاکم ہے دین دین دار اور دینی اداروں کے ساتھ اب بھی وہی سلوک ہو رہا ہے جو انگریز کے زمانے میں تھا لیکن اس کے باوجود میری گزارش یہ ہے کہ ہر دینی ادارہ اپنے بچوں کو ضرور رزق کے حصول کا کوئی ہنر بھی

> **امام ابو حنیفہؒ اور امام یوسفؒ تاجر تھے شمس العلماء حلوائی تھے مٹھائی بیچا کرتے تھے اور جب وہ سمجھتے کہ آج کے دن کا گزارا ہو گیا تو دکان بند کر کے اپنے مکتب میں جا بیٹھتے۔**

سکھائے انہیں ویلڈنگ کرنا ہی سکھا دیں انہیں لکڑی کے دروازے بنانا ہی سکھا دو انہیں اینٹوں کی دیوار بنانا ہی سکھا دیں انہیں گارے سے مٹی سے گھر بنانا ہی سکھا دیں، سکھائیں ضرور کہ حصول رزق میں انہیں دین کا سہارا نہ لینا پڑے کیونکہ یہ دو حصے ہیں جیسا آقائے نامدار ﷺ کا ارشاد ہے فرمایا۔

اَلعِلمُ جسے مکمل علم کہتے عِلْمَانُ اس کے دو حصے ہیں پہلا حصہ ہے عِلْمُ الاَدْیَان نارمیٹو سائنسز کا علم۔

دین کا علم، عقائد کا علم، ذات باری صفات باری کا علم، عظمت نبوت و رسالت کا علم، کتاب کا علم، حدیث کا علم، فقہ کا علم، پچاس فیصد علم یہ ہے اور پچاس فیصد عِلْمُ الاَبْدَان فزیکل سائنسز کا علم وجودی اشیاء کا علم دنیا میں کام کس طرح کرنا ہے۔ رزق کس طرح کمانا ہے صحت و بیماری کا حصول کیا ہے تاکہ دونوں شعبوں میں وہ خود کفیل ہو اپنے لئے اللہ سے رزق حاصل کرے۔ بندوں کا محتاج نہ ہو کسی کی دین کا اور کسی کی عطا کا محتاج ان کو نہیں ہونا چاہئے دنیا کو ان کا محتاج ہونا چاہئے۔

امام احمد بن حنبلؒ ساری زندگی چند کنال زمین پہ گزارا فرماتے رہے اور اس کے بھی تین حصے فرماتے تھے جو آمدن آتی پہلے تو جو مزارع ہوتا وہ اپنا حصہ رکھ لیتا کیونکہ خود تو کام کرنے کے قابل نہیں رہے تھے جب سے خلیفہ نے سزا دی یہ جوڑ نکال دیئے بازوں کے پشت مبارک کی کھال چیر کر اس میں کنکر رکھ کر درے مارے گئے تو کام نہیں کر سکتے تھے تو جو آمدن آتی تو اس کے تین حصے کرتے تھے کہتے تھے ایک تو اللہ کی راہ میں دے دو ایک آئندہ فصل کی تیاری کیلئے خرچ کرنے کے لئے لگے گا اور ایک تین سو پینسٹھ دنوں پہ تقسیم کر دو وہ میری سال کی خوراک ہے اُسی میں گزارا فرماتے تھے۔

تو جب تک اہل علم کا رویہ یہ رہا تب تک دین بھی سر بلند رہا اور دین دار بھی سر بلند رہے اور یہ عظمت ان کا حق ہے اللہ نے انہیں دی ہم سے یہ کوتاہی ہوئی کہ ہم دانہ گندم کے لئے دوسرے کے محتاج ہو گئے ہم نے یہ سمجھا کہ اب میں نے قرآن حفظ کر لیا اب یہ کافی ہے مجھے کام کرنے کی کیا ضرورت ہے یہ صحیح نہیں ہے بلکہ دوسرے کی نسبت عالم دین کو کام زیادہ کرنا چاہیے اور کسی کو یہ امید ہو کہ یہ میری مدد کر سکے گا۔ عالم کی یہ توہین ہے کہ کوئی یہ کہے کہ یہ میری مدد کا محتاج ہے جس کے ساتھ رب ہے وہ کسی کا محتاج کیوں ہو لوگوں کو اس کے در پہ آنا چاہیے اُسے انہیں اللہ کا در دکھانا چاہیے۔ اس کے پاس آئیں گے وہ اللہ کے دروازے پہ پہنچائے گا دنیا دار کے پاس جائیں گے وہ خود فرعون بن کے بیٹھ جائے گا خود گمراہ ہے انہیں بھی گمراہ کرے گا۔

> **صحابہ اکرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ہماری طرح تقریریں نہیں کیں۔ جہاں سے گزر جاتے لوگوں کو پتہ چلتا کہ یہ بندہ کوئی مختلف قسم کا ہے**

تو یہ جو آپ کو ایک ماحول نظر آتا ہے کہ علماء علم، اہل علم اور علم دین کے خلاف ایک رویہ ایسا ہے کہ انہیں اس طرح معزز نہیں سمجھا جاتا جس طرح ایک انگریزی پڑھے لکھے کو یا ایک بی۔اے کو ایم۔اے کو سمجھا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے، اہل علم نے، علماء نے خود کو محتاج کر دیا ان کا جو ہمیں زیب نہیں دیتا اول تو اداروں میں اہتمام ہونا چاہیے اگر اداروں میں اہتمام نہ ہو تو پھر میری گزارش یہ ہے کہ ہر ادارہ اپنے طالب علم کو ایک سٹیج پر کسی کاریگر کے پاس ضرور بھیجے اُسے طبیب بنا دے اُسے لوہار، ترکھان بنا دے وہ کسی کا محتاج نہ ہو اپنی مزدوری کر کے روزی کھا سکتا ہو۔ اسے کسان بنا دے اُسے ڈرائیور بنا دے تنخواہ پر گاڑی چلاتا رہے، اُسے دوکانداری کا فن سکھا دیں، چھوٹی سی دوکان بنا کے بیٹھ جائے۔ عظمت دین کے امین اگر اپنی ذات کی عظمت قائم نہ رکھ سکے تو دین کی کیا خاک رکھ سکیں گے ایک آدمی کو آپ پہرہ دار بناتے ہیں کہ میرے گھر کا پہرہ دینا لوگ اگر اس کی اپنی جیبوں سے چیزیں چرا کر لے جاتے ہوں تو آپ کے گھر کا کیا پہرہ دے گا۔ اہل علم عظمت الٰہی، عظمت رسالت، عظمت دین الٰہی کے پہرہ دار ہیں اب اگر یہ اپنی عظمت کی حفاظت کے قابل نہ ہوئے تو پھر دوسرا کیا خاک حفاظت کا حق ادا کرے گا لہذا میری گزارش یہ ہے کہ علماء حضرات سے بھی اور طلباء حضرات سے بھی بچوں کے لئے ایک وقت ضرور نکالا جائے جس میں کسی کو آپ موٹر مکینک کے پاس بھیج دیں، کسی کو آپ خراد والوں کے پاس بھیج دیں۔ کسی کو الیکٹریشن کے پاس بھیج دیں بجلی لگانا ہی سیکھ جائے۔ بچوں کو حصول رزق کیلئے دین پر بھروسہ نہ کرنا پڑے انہیں یہ سمجھائیں کہ دین اللہ کی

امانت ہے اور تم اس کے امین ہو اور یہ تمہیں آگے پہنچانا ہے اس میں کوئی گڑبڑ کرے تو نہیں کرنے دینا یہ تمہاری ذمہ داری ہے لیکن زمین پر رہتے ہو، روزی تمہیں بھی کما کر کھانا ہے۔ اس کی تنخواہ نہیں ملتی اس لئے کہ تم اس میں بھرتی نہیں ہوئے اس نے تمہیں چن لیا اور اُس کا یہ جو عطا کر دیا گیا دین یہ ساری تنخواہوں سے بڑی تنخواہ ہے۔ قرآن حکیم جو تمہارے دل میں ضبط کر دیا گیا ہے یہ سب سے بڑا انعام ہے نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں حفاظ سے فرمائے گا اللہ کریم کہ الحمد سے شروع ہو جا اور زینے چڑھنے شروع کر دے اور پڑھتا جا اور اوپر چڑھتا جا جتنی اعلیٰ جنت میں جا سکتا ہے۔ ان کے والدین کو حضور ﷺ فرماتے ہیں تاج پہنائے جائیں گے میدان حشر میں جہاں لوگوں کو نفسا نفسی پڑی ہوگی لباس میسر نہیں ہوگا ہر کوئی اپنے پسینے میں غرق ہوگا وہاں تاج پہنائے جائیں گے اسکا بیٹا اسکی بیٹی حافظ قرآن ہے تو یہ سب کچھ تو آپ لے چکے تو جسے دین کیلئے یا جسے منبر رسول پر بیٹھنے کی اجازت اللہ نے دے دی اب اس سے بڑی بات اگر وہ چاہتا ہے تو وہ بیوقوف ہے دنیا کی کوئی سلطنت اسکا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ ہم چونکہ دنیا میں ہیں ہمیں کام کرنا چاہیے۔ اور کام سیکھنا چاہیے۔ میری گزارش یہ ہے کہ آدھا دین حصول علم دین ہے اور آدھا دین حصول رزق کے وسائل کو جاننا ہے اللہ کریم یہ دونوں عطا کر دیں تو مکمل دین ہو جاتا ہے اور اللہ کرے یہ تبدیلی جلدی آئے اور جب یہ تبدیلی آ گئی پھر عزت صرف اہل دین کی ہوگی پھر دنیا داران کے سامنے نہیں ٹھہر سکیں گے۔

اب جو ہماری کمزوری ہے وہ صرف یہ ہے کہ ہم دین کو ذریعہ معاش بھی بنا لیتے ہیں۔ جس پر اللہ ہمیں معاف فرمائے اخروی نقصان نہ ہو لیکن دنیاوی نقصان یہ ہوا ہے کہ اہل علم کی آبرو نہیں رہی۔ علم کی عظمت نہیں رہی اور لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ جاہل بے وقوف سے لوگ ہیں اور روزانہ اخباروں میں آتا ہے کہ یہ علماء جو منتخب ہو گئے ہیں یہ جاہل ہیں انہیں آتا جاتا ہی کچھ نہیں کیا روز نہیں آتا اخباروں میں؟ اور بڑے دھڑلے سے آتا ہے تو اس کا رد بھی علماء اور طلباء کی مشترکہ ذمہ داری ہے کہ ان دنیا داروں کو دکھایا جائے کہ ہم حصول رزق میں بھی تمہارے نہیں اُس کے محتاج ہیں اگر تم رزق کما سکتے ہو تو ہم بھی کما سکتے ہیں، تم حرام کھاتے ہو ہم حلال کماتے ہیں۔ میں نے اچار کے ساتھ ناشتہ کیا اور روز کرتا ہوں ایک پھلکہ ہوتا ہے اور ایک اچار کا ٹکڑا ہوتا ہے ایک لسی کا گلاس ہوتا ہے لیکن کسی حکمران کے در پر جا کر بسکٹ اور کیک کھانے سے میرا وہ پھلکہ اور اچار بہت اچھا ہے کسی میں جرات نہیں کہ وہ مجھے بلا سکے بلکہ یہاں کسی کو ملنے آنا ہو تو وہ بغیر اطلاع کے یا اجازت کے نہیں آ سکتا۔ اس لئے کہ صرف ایک بات ہے کہ انہیں پتہ ہے الحمدللہ یہ کسی دنیاوی معاملے میں بھی ہم سے درخواست نہیں کرتے اسلحہ کا لائسنس بنوایا تو کسی ذاتی تعلق پر نہیں قطار میں کھڑے ہو کر جو ملک کا طریقہ ہے قانون ہے ہم نے بھی اپنا بندہ کھڑا کر دیا ہمارے بھی بن گئے نہیں بنا نہ سہی۔ الحمدللہ سارا دن مزدوری کرتے ہیں سارا دن کام کرنے کے باوجود کاشتکاری کے لئے بھی وقت نکالتا ہوں خود اپنے ہاتھ سے کام کرتا ہوں مزدوروں کے ساتھ کام کرتا ہوں۔ جب تپتی دوپہر میں ڈرائیور کو کہتا ہوں تم گھنٹہ آرام کر لو میں گھنٹہ کام کرتا ہوں کہ دوپہر ہے گرمی ہے تم نے تو سارا دن کرنا ہے میں نے تو یہ ایک گھنٹہ کرنا ہے خود کرتا ہوں۔

تو میں یہ چاہتا ہوں کہ سارے اہل علم یہ رویہ اپنائیں کہ اہل علم کی ایک ہیبت ہو ایک عظمت ہو اہل علم کی عظمت علم کی عظمت ہے علم کی عظمت دین کی عظمت ہے اور اللہ اور اللہ کے رسول کی عظمت کا سبب بنتی ہے اللہ کریم آپ سب کی محنت وکاوش قبول فرمائے اور آپ کو عظمت دین کا اور حفاظت دین کا سبب بنائے۔ آمین

☆☆☆☆☆

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے وقت وصال دو وصیتیں کیں حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ یہ جو پرانی چادر میرے تن پہ ہے اسکا میرے لئے کفن بنا دینا اور جب سے میں خلیفہ منتخب ہوا ہوں تب سے میرے وصال تک بیت المال سے جو کچھ آیا ہے میری جائیداد بیچ کر واپس کر دیا جائے۔

نجات اور فیصلوں کی رات

شعبان کی پندرھویں رات میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر غروب آفتاب سے طلوع فجر تک خصوصی توجہ فرماتے ہیں۔ اس رات میں ہر ایک کیلئے آئندہ سال میں ہونے والے تمام امور یعنی رزق' شادی' اولاد' حج' موت' خوشی اور تمام معاملات کے فیصلے اور احکامات فرشتوں کے سپرد کر دیئے جاتے ہیں۔

حافظ عتیق الرحمان

☆☆ ٹوبہ ٹیک سنگھ ☆☆

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کی امت کو بخشنے کے بہانے استعمال کرتا ہے۔ یوں تو اس کی رحمت کی کوئی حد نہیں۔ مگر بعض لمحات میں تو اس کی رحمت ومغفرت اور عنایات عطاؤں کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہوتا ہے۔ انہی لمحات میں سے شعبان المعظم کی ۱۵ اویں رات ہے۔ جسے ''شب برات'' نجات اور فیصلوں کی رات ''برکتوں اور رحمتوں والی رات'' کے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے اس ماہ مبارک کو نبی کریم ﷺ نے اپنا مہینہ قرار دیا ہے۔

فضائل شعبان المعظم:

حضرت عائشہؓ ارشاد فرماتی ہیں کہ آپ اس ماہ بہت روزے رکھتے تھے بلکہ روزوں میں گزار دیتے تھے (ترمذی) آپ ﷺ سے اس ماہ روزے رکھنے کی وجہ دریافت کی گئی۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ اس ماہ لوگوں کے اعمال پروردگار کے حضور پیش ہوتے ہیں۔ اور میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ جب میرے اعمال بارگاہ عالی میں پیش ہوں تو میں عبادت میں مصروف ہوں۔

شعبان کے حروف اس مہینے کی عظمت اور مقدس فضیلت کو واضح کرتے ہیں۔ ش سے مراد ''شرف''، ع سے مراد ''علو'' (بلندی)، ب سے مراد بر نیکی، الف سے مراد الفت، اور ن سے مراد نور ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ کہ رجب کا مہینہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ یہ شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان میری امت کا مہینہ ہے۔

> اللہ تبارک وتعالیٰ اس رات میں ہر ایک کیلئے آئندہ سال ہونے والے تمام امور کے فیصلے اور احکامات فرشتوں کے سپرد کر دیے جاتے ہیں۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ کہ جب رجب کا مہینہ شروع ہوتا ہے تو آقاؐ یہ دعا فرماتے یا اللہ! رجب اور شعبان کے مہینہ میں ہمارے لیے برکت نازل فرما۔ اور خیریت کے ساتھ ہم کو رمضان المبارک تک پہنچا۔

حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ رجب کا مہینہ کاشت کرنے کا ہے۔ اور شعبان کاشت کو پانی دینے کا مہینہ ہے اور رمضان المبارک فصل کاٹنے کا مہینہ ہے۔ غور کریں! جس نے کاشت ہی (کچھ عمل) نہیں کیا وہ پانی کس کو دے گا۔ اور پھر کاٹے گا کیا؟

حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ رجب کی حالت ''ہوا'' کی ہے۔ شعبان کی حالت ''بادل'' کی ہے اور رمضان کی حالت ''بارش'' کی ہے۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرمؐ سے سوال کیا گیا کہ رمضان المبارک کے بعد کون سے روزے افضل ہیں۔ جس پر آقا ﷺ نے فرمایا کہ رمضان المبارک کے بعد شعبان کے افضل روزے ہیں حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ صحابہ کرام ہلال شعبان دیکھتے ہی قران کے نسخوں کو کھولتے تھے اور کثرت سے قران پاک کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ مسلمان اپنے اموال سے کثرت سے زکوۃ دیا کرتے تھے۔ تاکہ کمزور ونحیف، مساکین لوگ کچھ کھا پی کر رمضان المبارک کے روزوں کیلئے طاقتور ہو جائیں اور اس ماہ میں تاجر اپنے روپے پیسے کا حساب کتاب مکمل کر کے زکوۃ ادا کرتے اور رمضان کا چاند دیکھ کر عبادت میں لگ جاتے۔ یہ ایک ایسا مہینہ ہے

جسمیں بھلائیوں کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ اس ماہ مبارک میں 15 ویں شعبان کی رات بہت مقدس مظہر برکتوں اور رحمتوں والی ہے۔

فضائل شب برات

حضورؐ نے فرمایا کہ لیلتہ القدر کے بعد کوئی رات بھی شعبان کی ۱۵ ویں رات سے زیادہ فضیلت والی نہیں ہے۔ شعبان کو جو فضیلت حاصل ہے وہ اس کے مختلف ناموں سے ظاہر ہوتی ہے مثلاً لیلتہ الرحمتہ، لیلتہ المبارکہ، یعنی اس رات رحمتوں اور برکتوں کا خصوصی نزول ہوتا ہے۔ اس رات کو لیلتہ البراۃ بھی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ اس رات میں جہنم سے چھٹکارا حاصل ہو کر خوشنودی کا پروانہ ملتا ہے۔ یہ رات کرامت بخشش رحمت اور پرہیزگاری کی رات ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس رات میں ہر ایک کیلئے آئندہ سال ہونے والے تمام امور کے فیصلے اور احکامات فرشتوں کے سپرد کر دیتے ہیں۔ نیز رزق، شادی، اولاد، حج، موت، خوشی اور تمام معاملات کے فیصلے فرشتوں کے سپرد کر دیئے جاتے ہیں۔ تمام فیصلے اللہ تبارک وتعالیٰ کے علم میں پہلے سے ہیں شب برات کی فضیلت کا اندازہ اس حدیث سے لگایا جا سکتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ شعبان کی ۱۵ ویں شب جبرائیل امین میرے پاس تشریف لائے اور مجھے کہنے لگے کہ اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھائیے۔ میں نے پوچھا یہ کیسی رات ہے؟ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ یہ وہ رات ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے تین سو دروازے کھول دیتا ہے۔ اور ہر شخص کی بخشش فرماتا ہے۔ مگر مشرک، جادوگر، شرابی، کینہ پرور، زانی اور والدین کے نافرمان کو اس رات نہیں بخشتا۔ جب تک کہ وہ سچے دل سے توبہ نہ کرے۔ پھر چوتھائی رات گزرنے کے بعد جبرائیل امین آئے اور عرض کیا۔ اے صاحب مدح عظیم ﷺ اپنا سر مبارک اٹھائیے جنت کے سب دروازے کھلے ہیں۔ پہلے دروازے پر فرشتہ ندا کر رہا ہے کہ اس شب رکوع کرنے والوں کیلئے بشارت ہے۔ دوسرے دروازے پر فرشتہ منادی کر رہا ہے اس شب میں سجدہ کرنے والوں کیلئے بشارت ہے۔ تیرے دروازے پر فرشتہ یہ کہہ رہا ہے کہ اس رات دعا کرنے والے کیلئے بھلائی ہے۔ چوتھے دروازے پر فرشتہ کہتا ہے کہ رات کو ذکر الٰہی کرنے والوں کو مبارک ہو۔ پانچویں دروازے پر ندا کرنے والا پکار رہا ہے کہ خدا کے ڈر کی وجہ سے رونے والوں کیلئے نوید ہے۔ چھٹے دروازے پر فرشتہ کہتا ہے کہ سارے مسلمانوں پر رب کریم کی رحمت ہو۔ ساتویں دروازے سے فرشتے کی مسلسل صدا ہوتی ہے کہ ہے کوئی بخشش و رحمت کا طلبگار جسے بخش دیا جائے۔ آٹھویں دروازے سے منادی یہ آواز دیتا ہے کہ کوئی سائل ہے تو مانگے کہ منہ مانگی مراد سے دامن بھر کر جائے۔ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا۔ اے جبرائیل امین یہ جنت کے دروازے کب تک کھلے رہیں گے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ رات شروع ہونے سے صبح کی طلوع ہونے تک کھلے رہتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس رات بنو کلب کی بکریوں کے بالوں سے بھی زیادہ تعداد میں لوگوں کو جہنم سے آزادی کا پروانہ عطا کرتے ہیں۔ (غنیۃ الطالبین) اس مبارک شب میں ذکر الٰہی کے ذریعے سے دلوں کی صفائی ہوتی ہے اور دلوں سے زنگ اترتے چلے جاتے ہیں۔ (مشکوۃ)

> **صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہلال شعبان دیکھتے ہی قرآن کے نسخوں کو کھولتے تھے اور کثرت سے قرآن پاک کی تلاوت کیا کرتے تھے۔**

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس رات میری امت پر بنی کلب کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ مغفرت کرتا ہے (طبرانی بیہقی) بنی کلب کی بکریاں بہت کثیر تعداد میں تھیں اب ایک بکری کے بال گننے مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہیں آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس قبیلے کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ مغفرت فرماتے ہیں۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب شعبان کی پندرہویں رات ہو تو اس رات کو قیام کرو اور دن کو روزہ رکھو۔ کیونکہ اس رات اللہ تعالیٰ غروب آفتاب سے ہی آسمان دنیا پر تجلی فرماتا ہے اور

فرماتا ہے۔ ہے کوئی بخشش مانگنے والا کہ اسے بخش دوں، ہے کوئی رزق مانگنے والا کہ اسے رزق عطا کر دوں۔ ہے کوئی مصیبت زدہ عافیت طلب کرنے والا تو اسکو عافیت دوں۔ اس طرح خالق کائنات مختلف حاجات کے نام لے لے کر صبح صادق تک ندائے عام کرتا ہے۔ اس وقت جو اللہ سے مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اسے عطا فرماتے ہیں۔

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرھویں رات کو اپنی مخلوق پر متوجہ ہوتے ہیں اور پوری مخلوق کی بخشش فرماتے ہیں۔ مگر مشرک اور کینہ رکھنے والے شخص کی بخشش کا فیصلہ نہیں ہوتا (طبرانی، ابن حبان)

ام المومنین سیدہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ ایک رات میں نے رسول اللہ ﷺ کو بستر پر نہیں پایا میں آپ کی تلاش میں گھر سے نکلی۔ میں نے دیکھا کہ آپ جنت البقیع کے قبرستان میں موجود ہیں اور آپ کا سر آسمان کی جانب اٹھا ہوا ہے اور آپؐ نے مجھے دیکھ کر فرمایا۔ کیا تمہیں اس بات کا اندیشہ ہے کہ اللہ کا رسول ﷺ تمہاری حق تلفی کریں گے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ (فداک ابی دامی) میرا گمان تو یہ تھا کہ آپ کسی زوجہ مطہرہ کے ہاں تشریف لے گئے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات آسمان دنیا پر جلوہ فرماتا ہے اور بنی کلب کی بکریوں کے شمار سے زیادہ لوگوں کو بخش دیتا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شعبان کی پندرھویں شب میں عبادت کرو اور دن کو روزہ رکھو۔ شعبان کی پندرھویں رات کو حضورؐ کا معمول تھا کہ خصوصی طور پر بارگاہ حضوری میں بڑے تزک واحتشام سے فرماتے۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ شب برات کو حضور ﷺ نے قیام فرمایا اور سجدہ اتنا طویل کیا کہ مجھے گمان گزرا شاید آپ کی روح مبارک پرواز کر گئی۔ جب میں نے یہ حال دیکھا تو میں کھڑی ہوئی اور آپ کے پاس پہنچ کر آپؐ کے پاؤں مبارک کے انگوٹھے مبارک کو ہلایا۔ جس پر

> حضور ﷺ کو شعبان المعظم کا مہینہ بہت ہی محبوب تھا، حضرت عائشہؓ ارشاد فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ اس ماہ بہت روزے رکھتے تھے۔ (ترمذی)

رحمت دوعالم نے جنبش اور سر اقدس کو سجدہ سے اٹھایا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ تم گمان کرنے لگی کہ رسول خدا نے تمہارے حق کی خیانت کی ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ بات نہیں بلکہ میں تو سمجھی شاید آپ کی روح پرواز کر گئی ہے۔ اس پر رحمت عالمؐ نے فرمایا کہ تم نہیں جانتی یہ شعبان کی ۱۵ ویں رات ہے اس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر غروب آفتاب سے طلوع فجر تک توجہ فرماتا ہے۔

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہؐ نے مجھ سے فرمایا کہ تم جانتی ہو شعبان کی پندرھویں شب میں کیا ہوتا ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہؐ ارشاد فرمائیں کیا ہوتا ہے۔ فرمایا اس رات میں ایسے بچے کا نام لکھ دیا جاتا ہے۔ جو آنے والے سال میں پیدا ہونیوالا ہے۔ اور ہر اس شخص کا نام لکھ دیا جاتا ہے جو آنے والے سال میں دنیا سے رخصت ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کو سب معلوم ہے۔ فرشتوں کو اس رات میں فہرست دے دی جاتی ہے اور اس رات میں نیک اعمال اوپر اٹھائے جاتے ہیں۔ یعنی درجہ مقبولیت میں لے لئے جاتے ہیں۔ اس رات میں لوگوں کو دیئے جانے والے رزق کو بھی لکھ دیا جاتا ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض، کیا۔ کہ یا رسول اللہؐ یہی بات ہے کہ جنت میں کوئی داخل ہو گا مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے آپ نے تین بار فرمایا ہاں کوئی ایسا نہیں جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر جنت میں داخل ہو جائے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ آپ بھی اللہ کی رحمت کے بغیر جنت میں نہ جائیں گے۔ یہ سن کر آپؐ نے اپنے سر مبارک پر ہاتھ رکھ لیا اور تین بار فرمایا۔ میں جنت میں جاؤں گا۔ مگر اس طرح سے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ نہ لیں گے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے حسب ذیل اشعار بھی اپنی مثال آپ ہیں۔

اس رات کئی کفن دھل گئے
اور کفن والا بازار میں بے خبر پھر رہا ہے
اس رات کئی قبریں کھدیں
اور قبر والا اپنے عیش وسرور میں مست ہے
اس رات کئی لوگ ملک وحکومت چاہتے ہیں
لیکن ان کیلئے تباہی وبربادی کا فیصلہ ہوجاتا ہے

اس رات نئی مکان بن گئے اور مکان والے کی موت قریب آ گئی

اس رات کرنے والے اعمال

بزرگان دین اور علماء کرام نے لیلۃ البراءمیں حسب ذیل ہدایات پر گامزن ہونے کی تلقین کی۔

غروب آفتاب سے قبل غسل کرنا اور صبح روزہ رکھنے کی نیت کرنا۔

نصب شعبان کی رات میں سو رکعتیں جن میں مجموعی طور پر ایک ہزار مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھی جاتی ہے اور ہر رکعت میں دس دس بار پڑھی جاتی ہے۔ اس نماز کو صلوۃ الخیر کہتے ہیں۔ اس نماز سے ہر طرف برکتیں اور رحمتیں پھیل جاتی ہیں۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں مجھ سے تین صحابیوں نے فرمایا کہ جو شخص یہ نماز پڑھے گا اللہ کریم اس پر ستر بار نظر شفقت ڈالتے ہیں اور ہر نظر میں ستر حاجتیں ،ضرورتیں اور تمنائیں پوری کرتے ہیں، جن میں سے ادنیٰ ضروریات اس کی بخشش ہے۔

اس رات تلاوت قرآن پاک کرنی چاہیے۔ حدیث پاک میں ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک کی تلاوت کرنے والے کو ہر حرف کے بدلے میں دس نیکیاں عطا فرماتا ہے۔ دوسری حدیث کے مطابق روزہ اور قرآن شفاعت کرتے ہیں اور دونوں کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔

قبرستان میں جا کر دعائے خیر کرنا سنت رسول ہے۔ وفات پانے والے مسلمانوں کیلئے دعائے مغفرت کرنی چاہیے۔ ان دعاؤں سے مردوں کو مدد پہنچتی ہے یہ زندوں کی طرف سے ان کیلئے تحفہ ہوتا ہے۔

کثرت کے ساتھ استغفار پڑھے۔ صدق دل، خلوص اور شرمندگی کے ساتھ اللہ کریم سے اپنے گناہوں کی معافی اور بخشش مانگے اللہ تعالیٰ کے سامنے گریہ زاری کرے۔

حضور پاک ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص یہ خواہش رکھتا ہو کہ قیامت کے دن میں اپنے نامہ اعمال کو دیکھ کر خوش ہو تو اس کو چاہیے کہ استغفار کثرت سے پڑھا کرے۔ حضور اکرمؐ ہر دن میں

یہ وہ مبارک رات ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے تین سو دروازے کھول دیتا ہے اور ہر شخص کی بخشش فرماتا ہے مگر مشرک، جادوگر، شرابی، کینہ پرور اور والدین کے نافرمان کو اس رات نہیں بخشا جاتا۔

۷۰ دفعہ سے زیادہ اور بعض روایات کے مطابق ہر دن میں سو دفعہ استغفار پڑھتے تھے۔ حالانکہ آپؐ معصوم تھے۔ رحمت دو عالم ﷺ اپنی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں بہا بہا کر امت کی مغفرت کیلئے دعا کرتے تھے۔ احادیث میں ہے کہ خدا کے خوف سے رونے والے پر دوزخ کی آگ حرام ہو جاتی ہے اور خدا کے خوف سے رونے والے کا دوزخ میں جانا ایسا ہی ناممکن ہے جیسا کہ دوہا ہوا دودھ تھنوں میں جانا ناممکن ہے۔ خوف خدا سے رونے والا عرش الٰہی کے سایہ میں ہوگا۔

اس رات صلوۃ التسبیح پڑھنی چاہئے اس کو پڑھنے سے اللہ کریم تمام گناہ معاف کر دیتے ہیں۔

نوافل کے بعد ایک سو گیارہ مرتبہ آیۃ الکرسی کا ورد کرنے سے دل کی ساری آرزوئیں اور خواہشات پوری ہوتی ہیں۔

دو رکعت نماز نفل میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ ملک اور پھر دو رکعت نماز نفل میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ مزمل پڑھیں۔ سورۃ ملک اور سورۃ مزمل عذاب قبر سے نجات کا ذریعہ ہے۔

درود پاک کی کثرت کرنی چاہیے۔ حضور اکرمؐ کا ارشاد ہے جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا۔ اللہ کریم اس کی دس خطائیں معاف فرمائیں گے۔ اور اس کے دس درجے بلند کرے گا۔ دوسری حدیث میں حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ جو مجھ پر سو مرتبہ درود بھیجے گا۔ اللہ کریم اسکی پیشانی پر لکھ دیتے ہیں کہ یہ شخص نفاق اور جہنم سے بری ہے قیامت کے دن شہیدوں کے ساتھ اس کا حشر فرمائیں گے۔

غیبت، کذب، سود خوری، شراب، قمار بازی، بدکاری اور رشوت جیسی لعنتوں سے مکمل توبہ کرنا اور اس رات ہاؤ ہو، پٹاخے چلانا سخت ممنوع ہیں۔ اس سے اللہ کی رحمت ہم سے دور ہوتی ہے۔ اللہ کریم ہمیں اعمال صالح کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہمیں نبی رحمت ﷺ کی کامل اتباع نصیب فرمائے۔ آمین

حوالہ جات اس مضمون کی تیاری کے سلسلہ میں درج ذیل کتب سے استفادہ کیا۔

ترمذی، مشکوۃ، طبرانی، فضائل شعبان المعظم، روزنامہ جنگ (ایڈیشن) روزنامہ مشرق (ایڈیشن) روزنامہ نوائے وقت (ایڈیشن

محفوظ اوراق

اب کتاب کی حفاظت سے مراد یہ نہیں ہے کہ یہ اوراق محفوظ رہیں گے یا صرف الفاظ محفوظ رہیں گے چونکہ کتاب کی حفاظت کا حق تو یہ ہے کہ اِسے ماننے والے بھی موجود ہوں اِسے جاننے والے بھی موجود ہوں اور اِس پر عمل کرنے والے بھی موجود ہوں اور یہ زمین پر روبہ عمل ہوا ایسے لوگ بھی ہوں جو اس کو مانتے بھی ہوں اس کو سمجھتے اور جانتے بھی ہوں اور اس پر عمل بھی کرتے ہوں تو اس کا معنیٰ یہ ہوا کہ ایک طبقہ ہمیشہ ایسا رہے گا جو اللہ کی کتاب کو اپنے دلوں میں اپنے سینوں میں بھی رکھتا ہوگا اپنی زبانوں پر بھی رکھتا ہو گا اپنے ذہنوں میں بھی رکھتا ہوگا اپنے دلوں میں بھی رکھتا ہوگا اور اپنی پوری کوشش اِس پر عمل پیرا ہونے کے لئے بھی کرے گا.

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 03-7-18

بسم اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحیمo

اِنَّا نَحنُ نَزَّلنَا الذِّکرَ وَاِنَّا لَہ،

لَحٰفِظُونَo الحجر 9

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ہم نے اس کتاب کو اس ضابطہ حیات کو، ذکر کو، یہاں ذکر سے مراد اللہ کی وہ کتاب ہے جس نے عقائد سے لیکر زندگی کے تمام ظاہری امور تک بھی پوری پوری رہنمائی کا حق ادا کر دیا اور قرآن حکیم کوئی پہلی کتاب نہیں ہے جو آسمانوں سے نازل ہوئی۔ چار کتابیں تو معروف ہیں اس کے علاوہ صُحف انبیاء ہیں اور مختلف نبیوں پر صحائف نازل ہوئے لیکن یہ ہوتا رہا ہے کہ گردشِ ایام نے حقائق کو چھپا دیا اور حقائق کی جگہ حکایات نے لے لی، رسومات نے لے لی، رواجات نے لے لی حتیٰ کہ اللہ کی نازل کردہ کتابوں کی عبادات میں بھی تبدیلی کر دی گئی، مفاہیم بدل گئے اور یہاں تک ہوا کہ یہودی بھی اہل کتاب تھے، حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم ہیں اللہ کی کتاب بھی اُن پر نازل ہوئی لیکن توحید باری کو چھوڑ کر۔

وقالت الیھود عزیر ابن اللّٰہ. انہوں نے اللہ کے لئے حضرت عزیر علیہ السلام کو بیٹا مان لیا یعنی سو فیصد کتاب کے خلاف چلے۔ اس طرح عیسائی جو عیسٰی علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت تھے اُن پر بھی انجیل نازل ہوئی تورات،

> **جدید تحقیق کے چوٹی کے لوگ پاکستان سے باہر ہیں جنہیں یہاں کی نہ عوام گوارا کرتی ہے اور نہ یہاں کے حکمران گوارا کرتے ہیں۔**

زبور، انجیل سب میں ایک ہی بات تھی چونکہ تمام صحیفوں میں تمام کتابوں میں جو خبر تھی وہ ایک ہی تھی۔ اللہ کی توحید کے بارے آخرت کے بارے جنت ودوزخ کے بارے ملائکہ کے وجود کے بارے۔

خبر کبھی تبدیل نہیں ہوتی اور دو خبریں کبھی صحیح نہیں ہوتیں اگر دو ہوں تو یا پہلی غلط ہوگی یا دوسری غلط ہوگی۔ صحیح ایک ہی ہوگی۔ تو دین کا جو حصہ خبر سے تعلق رکھتا ہے۔ لا الہ الا اللّٰہ. آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے تعلیم فرمائی تمام انبیاء نے تعلیم فرمائی آقائے نامدار ﷺ نے بھی لا الہ الا اللّٰہ تعلیم فرمائی یہ خبر تھی۔ کہ اللہ کے بغیر کوئی عبادت کے لائق نہیں لہذا اخبار میں تبدیلی نہیں ہوئی احکام تبدیل ہوتے رہے۔ احکام لوگوں کی استعداد اُن کی قوتِ برداشت اور زمانے کی ضرورت کے مطابق دیے جاتے ہیں بعض چیزیں بعض امتوں میں حلال تھیں بعض دوسری امتوں میں حرام ہو گئیں بعض امتوں میں نمازوں کی یا رکعت کی تعداد کا فرق تھا طریق ادائیگی کا فرق تھا۔ احکام میں تبدیلی ہوتی رہی۔ اور احکام اگر مختلف بھی ہوں دوسرے کے مخالف بھی ہوں تو اپنے اپنے وقت میں وہ درست ہوتے ہیں ایک وقت میں ایک جرنیل ایک فوج لڑا رہا ہوتا ہے دوسرے وقت میں وہ اُسی فوج کو کہتا ہے کہ یہاں سے پیچھے آ جاؤ تو کوئی بھی حکم غلط نہیں اُس وقت آگے بڑھنا ضروری تھا آگے بڑھا رہا ہوتا ہے پھر شاید

پیچھے ہٹنا ضروری ہو گیا اُس نے پیچھے ہٹنے کا حکم دے دیا۔ دونوں حکم صحیح ہو جاتے ہیں لیکن خبریں دو صحیح نہیں ہوتیں مگر ہوا یہ کہ جب کتابوں میں تحریف ہوئی تو اخبار بھی بدل گئے حتی کہ سب سے بڑی خبر اللہ کی توحید تھی وہ بھی بدل گئی لوگوں نے اللہ کے نبیوں کو اللہ کا بیٹا قرار دے دیا۔ جب قرآن حکیم نازل ہوا تو یہ ایک عجیب کتاب تھی کہ پہلے جتنی کتابیں یا صحیفے نازل ہوئے جتنے انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے علیہ الصلوۃ والسلام وہ مخصوص قوموں کے لئے ایک مخصوص طبقے کے لئے اور ایک مخصوص علاقے کے لئے مبعوث ہوئے۔ سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے ہم عصر تھے حضرت لوط علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام درمیان میں ایک نہر تھی اُس کے اس طرف دین ابراہیمی تھا اُس کے اُس پار دین تھا وہ لوط علیہ السلام کا تھا اُس میں بھی اخبار مشترک تھیں۔ احکام ممکن ہے اپنے اپنے ہوں۔ تو جو کتاب جو نبی جس قوم یا جس علاقے کے لئے یا جس زمانے کے لئے مبعوث ہوا یعنی علاقے محدود تھے اقوام مخصوص تھیں اور زمانے مخصوص تھے اب اُس کے بعد اگلا دور آیا کوئی اور نبی آ گیا اُس کے پاس کچھ اور صحیفے آئے کچھ اور احکام آئے یوں چلتا رہا۔

لیکن جب قرآن نازل ہوا تو بڑی عجیب بات تھی کہ جب آقائے نامدار ﷺ مبعوث ہوئے تو ساری کائنات کے لئے ہوئے اور قرآن نازل ہوا تو ساری انسانیت کے لئے۔ ایھا الناس اِنی رسول اللہ الیکم جمیعاo رسالت بھی سب کے لئے اور کتاب بھی سب کے لئے اور یہ بڑی عجیب بات تھی۔

اس لئے کہ اقوام عالم میں زبانوں کا اختلاف، غذا کا اختلاف، سمجھ کا اختلاف، قد کاٹھ کا اختلاف، رنگ اور نسل کا اختلاف، اوقات کا اختلاف، دنیا کے ایک حصے میں گرمی ہے ایک حصے میں سردی ہے تو ان سارے اختلاف میں یک رنگی کیسے پیدا کی جائے لہذا اسلام نے قرآن نے زندگی گزارنے کے وہ سلیقے سکھائے جو زمانے کے اختلافات سے بالاتر تھے یہ مخلوق کا کام نہیں تھا یہ خالق ہی کا کام ہے کہ کوئی ایسا راستہ بتائے جس پہ ساری مخلوق بیک وقت عمل پیرا ہو سکے۔

اگر اصلاح یافتہ افراد میسر نہ ہوں تو معاشرے کی اصلاح کیسے ممکن ہے

قرآن حکیم وہ عظیم کتاب ہے جس نے اپنے نزول سے لے کر قیامت تک آنے والے انسانوں کیلئے زندگی کے تمام شعبوں میں رہنمائی کا حق ادا کیا اور پھر بڑے مزے کی بات یہ ہے کہ اتنی چھوٹی سی کتاب جسے آٹھ دس سال کا بچہ ازبر کر لیتا ہے اور لفظاً لفظاً یاد کر لیتا ہے اِس کتاب نے انسانی زندگی کے عقائد سے لیکر اعمال تک اور دنیا سے لیکر آخرت تک زندگی کے ہر شعبے میں ایسی روشن رہنمائی کی جس کی مثال مل ہی نہیں سکتی اس لئے کہ نہ کوئی دوسری کتاب ہے اور نہ کوئی دوسری مخلوق ایسی ہے۔ جس پر کتاب نازل ہوئی ہو۔ اب اِس میں بھی خدشہ یہ تھا کہ اگر یہ کتاب آخری ہے اور الحمدللہ یہ آخری کتاب ہے اس کے بعد کوئی کتاب نازل نہیں ہوگی۔ آپ ﷺ عالمین کے لئے رسول ہیں لہذا کسی نئے رسول ﷺ کے آنے کی گنجائش ہی نہ رہی آپ ﷺ کی رسالت موجود ہے کبھی ختم نہ ہوئی نہ وہ ایک زمانہ موجود ہے اور نہ اس کی کوئی قوم مختص ہے نہ عہد مختص ہے ہمیشہ کے لئے ہے اور موجود ہے آپ ﷺ کی نبوت و رسالت تو کسی نئے نبی کی ضرورت ہی نہ رہی۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے تو اگر اِس کتاب میں بھی جیسا کہ پہلی کتابوں میں ہوتا رہا ہے تبدیل ہو جائے تو اللہ کی مخلوق جائے گی کہاں۔ اللہ چونکہ رب العلمین ہے اور اُس کی ربوبیت کا تقاضا ہے کہ اپنی مخلوق کی ضروریات کو پورا فرمائے اب یہ ہدایت و رہنمائی سب سے بڑی ضرورت ہے اور یہ کیسے ناپید ہو جائے لہذا اُس رحیم و کریم نے اِس کا ذمہ لے لیا کہ

اِنَّا نَحنُ نَزلنا الذکر. میں نے یہ کتاب نازل کی ہے۔ وَاِنّا لَہ، لَحٰفِظُونَ o اس کی حفاظت کا ذمہ بھی میرا ہے۔ اب کتاب کی حفاظت سے مراد یہ نہیں ہے کہ یہ اوراق محفوظ رہیں گے یا صرف الفاظ محفوظ رہیں گے چونکہ کتاب کی حفاظت کا حق تو یہ ہے کہ اسے ماننے والے بھی موجود ہوں اِسے جاننے والے بھی موجود ہوں اور اِس پر عمل کرنے والے بھی موجود ہوں اور یہ زمین پر روبہ عمل ہوا ایسے لوگ بھی ہوں جو اس کو مانتے بھی ہوں اس کو سمجھتے اور

جانتے بھی ہوں اور اس پر عمل بھی کرتے ہوں تو اس کا معنی یہ ہوا کہ ایک طبقہ ہمیشہ ایسا رہے گا جو اللہ کی کتاب کو اپنے دلوں میں اپنے سینوں میں بھی رکھتا ہوگا اپنی زبانوں پر بھی رکھتا ہوگا اپنے ذہنوں میں بھی رکھتا ہوگا اپنے دلوں میں بھی رکھتا ہوگا اور اپنی پوری کوشش اِس پر عمل پیرا ہونے کے لئے بھی کرے گا۔ یعنی اِس کی پہلی ترجیح ہوگی کہ میں اللہ کی اس کتاب پر عمل کروں اور اگر اُس کے سامنے کوئی ایسی دیوار کھڑی کر دی جائے کہ اُسے اس پر عمل کرنے سے روک دیا جائے تو عمل سے رُکنے کی بجائے وہ جان قربان کرنے کو ترجیح دے تو اِس آیت کا تقاضا ہے کہ زمین پر اگر قرآن لوح محفوظ میں تو محفوظ ہے اگر قران کو بحیثیت کتاب محفوظ رکھنا ہے تو لوح محفوظ میں تو ساری کتابیں محفوظ ہیں لوح محفوظ میں تو کوئی تحریف نہیں کر سکا پھر کتاب کے موجود ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کتاب کو ماننے والے بھی ہوں جاننے والے بھی ہوں سمجھنے والے بھی ہوں اور اُس پر عمل بھی ہو رہا ہے اور اُس پر عمل کرنے والے بھی موجود ہوں تب کتاب کی حفاظت کا حق ادا ہوگا۔ اور اللہ ایسا قادر ہے کہ چودہ صدیوں کی طویل مسافت تو گزر چکی اور پندرہویں صدی کا بھی ایک چوتھائی گزر چکا ہے۔ نزول قرآن کو۔ آج تک دنیا کی کوئی خلاف اسلام طاقت اِس کی کوئی ایک زیر زبر یا ایک نقطہ تبدیل نہیں کر سکی۔ حکم تبدیل کرنا یا عقیدہ تبدیل کرنا یا آیت تبدیل کرنا تو بڑی بات ہے۔ اللہ نے ایسا اہتمام فرما دیا کہ یہ صرف اوراق پر نہیں ہے۔ اسے اپنے بندوں کے سینوں میں نقش کر دیا۔ اب کوئی ورق پر بدلے گا۔ لیکن اُن دلوں پر کون بدلے گا اُن دلوں میں تبدیلی کون کرے گا۔ اس کے الفاظ و حروف جن سینوں میں یہ محفوظ ہے جن دلوں میں محفوظ ہے۔ اس کے ساتھ جہاں ایک طبقہ ایسا پیدا فرما دیا۔ جو ہمیشہ اسے ساری زندگی اپنے سینے میں محفوظ رکھتا ہے وہاں ایسے لوگ بھی پیدا کر دیے جو ہمیشہ اس میں سے نئے نئے موتی اور جواہر نکالتے رہتے ہیں اس کی تفسیر و تعبیر اور اس کی تشریح میں لگے رہتے ہیں اور یہ ایک ایسا خزانہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔ ایسے لوگ بھی پیدا فرما دیے جو خلوص نیت سے اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں اور زندگی ہار جاتے ہیں قرآن حکیم کا دامن ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔

افرادی اعتبار سے روئے زمین پر سب سے زیادہ آبادی مسلمانوں کی ہے۔

لیکن اب موجودہ عہد جس میں ہم جی رہے ہیں اس میں دیکھنے میں یہ آیا ہے کہ دو افرادی اعتبار سے رُوئے زمین پر سب سے زیادہ آبادی مسلمانوں کی ہے (شماریات کے مطابق روئے زمین کی آبادی کم و بیش چھ ارب یا چھ سو کروڑ ہے جس میں لگ بھگ دو ارب یا دو سو کروڑ مسلمان ہیں اور باقی چار ارب جو بچتے ہیں اُس میں دنیا کی ایک سو چھبیس اقوام ہیں۔) شماریات میں جو موٹی موٹی قومیں شمار کی گئی ہیں مسلمانوں کے علاوہ ایک سو چھبیس بنتی ہیں تو ظاہر ہے سب سے بڑی آبادی جو ہے وہ مسلمانوں کی ہے لیکن حالات کو دیکھا جائے تو غلبہ کفر کو ہو رہا ہے۔ مسلمان صرف آبادی کے لحاظ سے ہی زیادہ نہیں ہیں دوسری بڑی عجیب بات یہ ہے کہ دنیا میں جو رزق کے وسائل اور زندگی کے وسائل ہیں اُن کا بیشتر حصہ مسلمانوں کے پاس ہے اور میری رائے کے مطابق اسّی فیصد مسلمانوں کے پاس ہے اور مغربی مفکرین کی رائے کے مطابق چالیس فیصد مسلمانوں کے پاس ہے میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے بہت زور لگا کر بہت کم کر کے یہ بتایا ہے کہ پھر بھی انہیں چالیس فیصد ماننا پڑا اس لئے کہ دنیا کا نقشہ ہمارے سامنے ہے اور مسلمان ممالک کا نقشہ ہمارے سامنے ہے اور دیکھتے ہیں کہ تمام گرم پانیوں کی بندرگاہیں مسلمانوں کے پاس ہیں اِلّا ماشاء اللہ چند کفار کے پاس ہونگی بہترین زرخیز میدان مسلمانوں کے پاس ہیں اور بہترین پھلدار علاقے مسلمانوں کے پاس ہیں اور بہترین زیر زمین خزانے مسلمانوں کے پاس ہیں وہ تیل کے ہوں وہ جواہرات ہیرے کے ہوں مختلف قیمتی پتھروں کے ہوں وہ سونے کے ہوں تو زیادہ تر وسائل رزق جو ہیں وہ مسلمانوں کے پاس ہیں۔ زمانہ بدلتا رہا اور تحقیقی علوم آگے بڑھتے رہے بہت سی نئی تحقیقات سامنے آئیں جدید تحقیقات نے دنیا بدل دی تو کیا یہ جدید جو علوم ہیں مسلمان اِس میں پیچھے رہ گئے ہوں گے ایسا بھی نہیں ہے۔ الحمدللہ میں نے جاپان سے لیکر

امریکہ کے مغربی ساحلوں تک اور چین سے لیکر افریقہ تک سفر کر کے (اللہ کریم مجھے لے گئے) میں نے ملکوں کے قوموں کے حالات دیکھے میں جہاں بھی گیا وہاں جدید تحقیق اور ماڈرن ٹیکنالوجی پر جہاں بھی کام ہو رہا تھا وہاں چوٹی کے جو سائنس دان تھے وہ میں نے دیکھا اُن میں مسلمان موجود تھے برطانیہ میں یورپ میں امریکہ میں حتیٰ کہ میں نے ناسا میں جا کر دیکھا جب میں ناسا میں گیا تھا وہاں کی گورنگ باڈی پانچ سائنس دانوں کی تھی جس میں تین مسلمان تھے۔ یعنی جدید علوم میں بھی۔ کمپیوٹر کی ٹیکنالوجی میں بہت زیادہ ترقی ہوئی پھر اُس میں صفِ اول میں مسلمان ہیں تو جدید علوم بھی مسلمانوں کے پاس ہیں اس کے باوجود۔

برطانیہ میں یورپ میں امریکہ میں حتیٰ کہ میں نے ناسا میں جا کر دیکھا جب میں ناسا میں گیا تھا وہاں کی گورننگ باڈی پانچ سائنس دانوں کی تھی جس میں تین مسلمان تھے

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک پیش گوئی فرمائی تھی آج ہو بہو وہ نقشہ ہمارے سامنے ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ دنیا کا کفر مسلمانوں پر اس طرح ٹوٹ پڑے گا جس طرح دستر خوان پر بھوکے لوگ ٹوٹ پڑتے ہیں جس طرح میز پر کھانا لگا ہو دستر خوان لگا ہو اور لوگ بھوکے ہوں ہر طرف سے اُس پر ٹوٹ پڑیں اس طرح مسلمانوں پر پوری دنیا کا کفر ٹوٹ پڑے گا عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ مسلمان کیا اُس وقت تھوڑے ہوں گے فرمایا نہیں تعداد میں زیادہ ہوں گے۔ مالی طور پر کمزور ہوں گے فرمایا نہیں تو پھر کفر ایسا کیوں کرے گا فرمایا اس لئے نام کے مسلمان ہوں گے کردار کے کم۔

ہمارا آج کا مسئلہ یہ نہیں ہے کہ ہمارے پاس جدید جو ہے تکنیک نہیں ہے پاکستان ہی کو لے لیں پاکستان نے باہر سے ایک ڈاکٹر عبدالقدیر کو واپس بلایا اور یہ ایٹمی طاقت بن گیا ایسے لاکھوں نہیں تو ہزاروں اس کے پائے کے سائنس دان باہر ہیں اگر انہیں ملک میں جگہ دی جائے تو زندگی کے ہر شعبے میں یہ صفِ اول میں جا سکتا ہے یہ جدید تحقیق کے چوٹی کے لوگ پاکستان سے باہر ہیں جنہیں یہاں کی نہ عوام گوارا کرتی ہے اور نہ یہاں کے حکمران گوارا کرتے ہیں جن سیٹوں پہ جہاں قابض ہیں وہاں وہ کسی بڑے اچھے پڑھے لکھے کو بیٹھنے کی اجازت نہیں دیتے۔ لیکن ہماری مصیبت یہ ہے۔ یہ سب کچھ ممکن ہے انہیں واپس بلایا جا سکتا ہے شعبوں کی اصلاح کی جا سکتی ہے حق وانصاف دلایا جا سکتا ہے عدالتی نظام کی اصلاح ممکن ہے معاشی نظام کی اصلاح ممکن ہے۔ سیاسی نظام کی اصلاح ممکن ہے لیکن اصلاح کون کرے۔

وہ لوگ جن کی اپنی اصلاح ہو جائے یہ سارے کام ممکن ہیں اُس صورت میں جب قوم میں ایسے افراد پیدا ہو جائیں جو خود اصلاح یافتہ ہوں جن کی اپنی اصلاح ہو جائے جن کا عقیدہ وہ ہو جو محمد رسول اللہ ﷺ نے تعلیم فرمایا جن کا ایمان وہ ہو جس کا مطالبہ قرآن کرتا ہے جن کا کردار وہ ہو جو آقا نامدار ﷺ کو پسند ہو جن کی سوچ اور فکر وہ ہو جو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کو پسند ہو۔ اگر اصلاح یافتہ افراد میسر نہ ہوں تو معاشرے کی اصلاح کیسے ممکن ہے۔ ہم نصف صدی سے زائد عرصے سے تجربے کر رہے ہیں مختلف نظام بدلے مختلف حکومتیں بدلیں مختلف افراد بدلے لیکن کیا ملکی حالات میں کوئی فرق پڑا ایک تنزل جو تقسیم ملک کے بعد سے شروع ہو گیا تھا ایک زوال جو پاکستان کے بننے کے بعد شروع ہو گیا تھا پاکستان بننے تک جو بڑا جوش وجذبہ تھا جب پاکستان بن گیا تو خلوص کی جگہ نفرتیں ایثار کی جگہ لالچ اور انصاف کی جگہ ظلم نے لے لی۔ گزشتہ نصف صدی کا ہر دن گزرے ہوئے دن کی نسبت بُرا ثابت ہوا۔ آنے والا ہر

وہ لوگ جن کی اپنی اصلاح ہو جائے یہ سارے کام ممکن ہیں اُس صورت میں جب قوم میں ایسے افراد پیدا ہو جائیں جو خود اصلاح یافتہ ہوں جن کی اپنی اصلاح ہو جائے جن کا عقیدہ وہ ہو جو محمد رسول اللہ ﷺ نے تعلیم فرمایا جن کا ایمان وہ ہو جس کا مطالبہ قرآن کرتا ہے جن کا کردار وہ ہو جو آقا نامدار ﷺ کو پسند ہو جن کی سوچ اور فکر وہ ہو جو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کو پسند ہو

دن جانے والے دن سے بُرا ثابت ہوا اور آج تک ہم اس صورت حال میں گرفتار ہیں آج جو کچھ ہے کل اس سے بُرا ہو گا حتیٰ کہ ہم اس درجے کو پہنچ گئے کہ اب اللہ کی مساجد بھی محفوظ نہیں۔ بہت سے لوگ اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوں گے لیکن چند بے چاروں کو بندوق لیکر کھڑا بھی ہونا پڑے گا کیا یہ مسلمان ملک ہے ہم مسلمان قوم ہیں اور یہ مسلمانوں کی عبادت گاہ ہے۔ اور اگر عبادت گاہ کا مسجد کا یہ عالم ہے کہ کچھ مسلمان جن پر جمعہ فرض ہے وہ جمعہ ادا نہیں کر سکیں گے جب آپ ادا کر چکیں گے تو وہ ظہر پڑھیں گے۔ کیوں سب کی جان کو خطرہ ہے کہ اب پہرے دار نہ ہوں تو سینکڑوں لوگ مارے جاتے ہیں مسجد میں خطرہ ہے مَا کَانَ یَدْخُلُوهَا اِلَّا خَائِفِین. جن کے دلوں میں ایمان ہے انہیں تو لرزاں و ترساں مسجد میں داخل ہونا چاہئے یہ اللہ کی بارگاہ ہے یہاں صرف اللہ کے حضور سربسجود ہوا جاتا ہے یہاں صرف اللہ کا نام لیا جاتا ہے تو یہ تو اللہ کا دربار ہے اس میں پھر لرزاں اور ترساں آنا چاہیے۔ یہاں بھی اتنی جرات ہوگئی اور پھر کیا کوئی کافر آتا ہے دوسرے ملک سے مارنے۔ وہ تو وہ لوگ بھی مسلمان کہلاتے ہیں جو مساجد میں بم پھینک جاتے ہیں جو عبادت گاہوں میں کلاشنکوفیں چلا جاتے ہیں اور پچاس پچاس ساٹھ ساٹھ بندوں کو ڈھیر کر جاتے ہیں اور کتنی عجیب بات ہے کہ قاتل کو پتہ ہی نہیں کہ میں نے کس کو قتل کر دیا وہ کون تھا کہاں کا رہنے والا تھا کیسا بندہ تھا نیک تھا بدکار تھا اور مقتول کو پتہ نہیں کہ مجھے قتل کس نے کر دیا اور کیوں قتل کر دیا۔ اب یہ فیصلے قیامت کو ہوں گے کہ اُن سے پوچھا جائے گا کہ تجھے کس نے مارا کیوں مارا وہ کہے گا بارالٰہا میں تو تیرے حضور سجدہ ریز تھا مجھے نہیں پتہ کس نے مارا اور کیوں مارا میں تو نہیں جانتا۔

اگر عملی دنیا میں مسلمان اتنا گر چکا ہے تو کفر کے آگے بند کون باندھے گا کیسے روکے گا اُسے

آج جو کچھ ہے کل اس سے بُرا ہوگا۔ حتیٰ کہ ہم اس درجے کو پہنچ گئے کہ اللہ کی مساجد بھی محفوظ نہیں۔

لیکن یہ یاد رکھو نہ اسلام مٹے گا نہ کفر ہمیشہ غالب رہے گا اور نہ مسلمان مٹیں گے کچھ لوگ اپنے ایسے ضرور رکھے گا وہ جو اُس کے لئے جییں گے اُس کے لئے مریں گے جن کا اوڑھنا بچھونا اللہ کا حکم ہوگا اللہ کی کتاب ہوگی جن کا جینا مرنا سنت رسول اللہ ﷺ ہوگی اور جو زندگی قربان کر جائیں گے لیکن چراغوں کو روشن کرتے چلے جائیں گے اور قیامت تک ایسا طبقہ رہے گا۔ میں نہیں کہتا کہ میں وہ بندہ ہوں جس کے ساتھ شامل ہو جاؤ میں نہیں کہتا کہ فلاں ہوگا فلاں ہوگا یہ تمہاری اپنی صوابدید پر ہے کہ تمہیں تلاش کرنا ہے کہ ایسے افراد کہاں ملتے ہیں کون ہیں وہ لوگ جو اللہ کے لئے جیتے ہیں کون ہیں ایسے لوگ جنہیں ہم سے کوئی دنیوی مفاد ضروری نہیں ہے کون ہیں وہ ایسے لوگ جنہیں ہم سے کوئی لالچ نہیں ہے وہ ہم سے ووٹ نہیں مانگتے ہم سے روپے نہیں مانگتے ہم سے دولت نہیں مانگتے ہم سے کوئی طاقت نہیں مانگتے ملتے ہیں تو اللہ کے لئے بچھڑتے ہیں تو اللہ کے لئے بتاتے ہیں تو اللہ کی بات اللہ کے نبی ﷺ کی بات سکھاتے ہیں تو اللہ کا کام۔

یاد رکھو یہ وہی دل ہوں گے جن میں اللہ کا نور ہوگا جن میں نبی کریم ﷺ کی برکات ہوں گی وہی سینے ہوں گے جو برکات نبوت ﷺ سے روشن ہوں گے اور ایسے ہی لوگوں کی اللہ حفاظت فرمائے گا اور ایک وقت آئے گا کہ بالآخر بات بڑھتے بڑھتے کفر کا مقابلہ ایسے لوگوں سے آئے گا اور یہ بڑی خوشی کی بات ہے۔ جسے میں خوشی کی بات سمجھتا ہوں کہ یہ مقابلہ اس برصغیر میں ہوگا جسے نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے غزوۃ الہند فرمایا۔ وہ بڑا کریم ہے اگر کوئی آدمی آج خلوص سے یہ نیت کر لیتا ہے کہ میں انشاء اللہ غزوۃ الہند میں جان دوں گا شاید وہ دنیا سے گزر بھی جائے لیکن اُس کا اجر تو وہ نہیں ضائع کرتا۔

ایک تو اس وقت کے باسیوں کے لئے یہ خوشخبری ہے کہ یہ آخری معرکہ یہاں بڑھتے بڑھتے بالآخر کفر کو شکست ہوگی۔ اور یہ الہند ہے

برصغیر ہے جو پہلی اسلامی ریاست بنے گی اور پھر روئے زمین پر اسلام کا غلبہ ہوگا وہ لوگ کون ہوں گے جو چند ٹکوں کے عوض بک جاتے ہیں وہ لوگ کون ہوں گے جو لوگوں کی عزتیں لوٹ رہے ہیں وہ لوگ کون ہوں گے جو مساجد اور عبادت گاہوں میں گولی چلا رہے ہیں وہ لوگ کون ہوں گے جو سود کھا رہے ہیں اور لوگوں سے سود وصول کر رہے ہیں ان میں سے کوئی نہیں ہوگا ایسے لوگ نہیں ہوں گے وہی ہوں گے جو گناہوں سے تائب ہو کر اللہ کی طرف رجوع کر کے خلوص دل اور دل کی گہرائیوں کے ساتھ اللہ کو اپنے دلوں میں بسائیں گے برکات نبوت ﷺ کو اپنے دلوں میں بسائیں گے اور جن کا جینا مرنا اوڑھنا بچھونا رنگ جائے گا اتباع رسالت ﷺ میں تو میرے بھائی! سب سے بڑا مقام یہ ہے کہ رب جلیل اپنی کتاب کی حفاظت کے لئے کسی کو قبول فرمالے یہ سب سے بڑا مقام ہے اور سب سے بڑا درجہ ہے یہ سب سے بڑا مراقبہ ہے اور یہ اُس کے کھرا ہونے کی دلیل ہے چونکہ وہ کھوٹے سکے جمع نہیں فرمائے گا کھوٹا سکہ تو کوئی بھی نہیں لیتا لیکن بندے کو بعض اوقات دھوکا دیا جا سکتا ہے کہ کھوٹا نہیں کھرا ہے وہ علام الغیوب ہے اُسے کوئی دھوکا نہیں دے سکتا اُسے خوبصورت جوان نہیں چاہیں اُسے دولت مند اور امیر نہیں چاہیں اُسے طاقتور نہیں چاہیں اُسے وہ دل چاہیں جو اُس کی یاد سے لبریز ہوں۔

عمرو ابن جموع ؓ مدینہ منورہ کے رہنے والے تھے عمر رسیدہ تھے اور ایک ٹانگ سے لنگڑے تھے بوڑھے آدمی تھے غزوہ اُحد کی تیاری ہوگئی اور غزوہ اُحد میں اُن کے چار جوان بیٹے شامل ہوگئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ ہمیں فوج میں شامل کیا جائے لیکن انہوں نے کہا کہ میں تو خود جاؤں گا انہوں نے عرض کی کہ اباجی آپ گھر ٹھہریے ہم چاروں آپ کے حصے کی جنگ لڑیں گے ہم چاروں شہید ہو جائیں گے لیکن آپ گھر میں بال بچے ہیں

تو میرے بھائی! سب سے بڑا مقام یہ ہے کہ رب جلیل اپنی کتاب کی حفاظت کے لئے کسی کو قبول فرمالے یہ سب سے بڑا مقام ہے اور سب سے بڑا درجہ ہے یہ سب سے بڑا مراقبہ ہے

چھوٹے چھوٹے بال بچے ہیں ہماری بیویاں ہیں سودا سلف لانا ہے انہوں نے کہا کہ نہیں بھئی یہ تمہارے گھر ہیں یہ تمہاری ذمہ داری ہے میں تو خود لڑوں گا حتیٰ کہ انہوں نے بارگاہ رسالت ﷺ میں شکایت کر دی انہیں طلب فرمایا حضور ﷺ نے کہا عمروؓ تمہارے بیٹے کہتے ہیں کہ ہم چار بھائی جا رہے ہیں تو آپ نہیں گھر رہنا چاہیے۔ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں نے بڑا عرصہ یہ لنگڑی ٹانگ زمین پر گھسیٹی ہے اور میں پاؤں گھسیٹ کر چلتا ہوں اب میرا دل چاہتا ہے میں اسے جنت میں گھسیٹ کر چلوں۔ میں یہی لنگڑی ٹانگ جنت کی کیاریوں میں اور روشوں پر گھسیٹنا چاہتا ہوں ان کی شہادت سے میں تو یہیں رہ جاؤں گا میں خود جانا چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے منع نہ کرو۔ اب اُحد میں وہ شہید ہوگیا مکے والے بھاگ گئے نبی کریم ﷺ تین دن اُحد میں مقیم رہے۔ اکثر شہدا کو وہیں دفن کر دیا گیا کچھ لوگ اپنے شہدا کو واپس مدینہ منورہ لائے اور جنت البقیع میں دفن کر دیا۔ جس میں حضرت عمروؓ کے بیٹوں نے بھی ارادہ کیا کہ ہم بھی والد کو وہاں لے جائیں بچے زیارت بھی کریں گے بیٹیاں چہرہ دیکھیں گے اور وہاں جنت البقیع میں ان کی قبر بنائیں انہوں نے اٹھا کر اونٹ پر لادا اونٹ نے اٹھنے سے انکار کر دیا اٹھتا ہی نہیں تھا پھر شکایت ہوئی بارگاہ رسالت ﷺ میں یا رسول اللہ ﷺ ہم والد کا تابوت اونٹ پر رکھتے ہیں وہ اٹھتا ہی نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کوئی اس کا ساتھی تھا دوست تھا جی فلاں کے ساتھ دوستی تھی وہ بچ گیا یہ شہید ہوگیا جی وہ بچ گیا اسے پکڑ لاؤ اُسے بلوایا گیا آپ ﷺ نے پوچھا بھائی کوئی عمروؓ کی بات سناؤ۔ یا رسول اللہ ﷺ جنگ شروع ہونے سے قبل میں اور وہ دونوں بیٹھے تھے اُس نے کہا کہ بھئی تم جو دعا چاہتے ہو کرو میں آمین کروں گا لیکن پھر میں دعا کروں گا تمہیں آمین کرنا ہوگا۔ میں نے دعا کی یا اللہ مکے کا کوئی سربراہ یا سردار میرے ہاتھوں مارا جائے اُس کی زرہ اُس کی تلوار میرے قبضے میں آئے اور میرے حصے میں آئے اور میں اُس کی زرہ اور تلوار پہن کر اگلی جنگ میں شریک ہوں عمروؓ نے آمین کی یا رسول اللہ مجھ سے بڑا سردار مارا گیا یہ زرہ میرے

پاس ہے یہ تلوار میرے پاس ہے دعا مقبول ہوگئی پھر اس نے دعا کی یا اللہ میں یہیں شہید ہو جاؤں یہیں دفن ہو جاؤں اور جب قیامت کو تو آواز صور اسرافیل علیہ السلام کی آواز آئے تو میں اپنی لنگڑی ٹانگ لے کر یہیں میدان اُحد سے کھڑا ہو جاؤں میں نے آمین کہی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنا اونٹ لے جاؤ یہ یہاں سے نہیں جائے گا۔ یہ قیامت کو اٹھے گا یہاں سے۔ بوڑھا بھی ہے کمزور بھی ہے ایک ٹانگ سے لنگڑا بھی ہے لیکن اُس کا درد اُسے پسند تھا جو اُس کے دل میں درد تھا دین کے لئے احیائے دین کے لئے اللہ کے حبیب ﷺ کے لئے اللہ کی کتاب کے لئے اللہ کے اسلام کے لئے۔

اب بھی ویسے ہی لوگ وہ طاقت خود دیتا ہے اُسے خوبصورت نہیں چاہیں وہ صورتیں خود دیتا ہے ہاں وہ دل چاہیں جن میں درد ہو اللہ کی اطاعت کا نبی ﷺ کی اطاعت کا دین کی حفاظت کا اور یہ سارا آنا جانا یہ سارا مل بیٹھنا یہ ساری اللہ اللہ اس کا حاصل صرف یہ ہے کہ دل میں یہ درد پیدا ہو جائے اگر یہ درد دل میں پیدا ہو جائے تو سارے مقامات نصیب ہو جاتے ہیں اور یہ درد پیدا نہ ہو پھر لوگ برسوں سر مارنے کے بعد مرتد بھی ہو جاتے ہیں۔ سینکڑوں لوگ ہم تو زندگی بھر دیکھتے رہے گھٹنے رگڑتے رہے سر بھٹکتے رہے اور بالآخر طلب دنیا کی انہیں لے گئی جاہ و حشمت کی طلب شہرت کی طلب دنیا کی طلب لے گئی۔ تو میرے بھائی اپنا اپنا محاسبہ کرتے رہا کرو اور چھوڑ دو یہ سوچنا کہ کس کا کیا مراقبہ ہے وہ دینے والا ہے وہ چاہے تو قبر میں بھی سارے مراقبات کسی کو عطا کر دے تو اُسے کون روکے گا۔ ایک عام آدمی کو اعلیٰ ترین جنت عطا کر دے تو اُسے کون روکے گا۔ ہاں وہ درد وہ خلوص وہ ذرہ روشنی کا کوئی کرن نور نبوت کی ایک احساس

اگر عملی زندگی میں مسلمان اتنا گر چکا ہے تو کفر کے آگے بند کون باندھے گا؟ یاد رکھو! نہ اسلام مٹے گا' نہ کفر غالب آئے گا۔ کچھ لوگ تو صرف اس کی رضا کیلئے جئیں گے۔

احیائے اسلام کا جو پہلے ہمیں تبدیل کرے ایک ایسا درد جو پہلے ہمارے کردار کی اصلاح کرے پھر ہم سے اللہ زمانے کی اصلاح کا کام لے گا۔

اللہ کریم ہم سب کو اس کا شعور عطا کرے سمجھ عطا کرے اور درد دل جیسی نعمت سے نوازے غلبہ اسلام کے لئے ہمیں، ہمارے جان مال ہماری اولادوں کو قبول فرمائے اپنے درد سے کبھی محروم نہ فرمائے ہماری کرتاہیوں گستاخیوں لغزشوں غلطیوں سے درگزر فرمائے۔ آمین ☆☆

صحبت شیخ

فرمایا۔ لوگ بعض اوقات اسلام سے مرتد ہو جاتے ہیں۔ پھر اللہ انہیں توبہ کی توفیق نصیب کر دیتے ہیں مسلمان ہو جاتے ہیں۔ یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ تصوف سے کوئی چلا گیا یا آ گیا۔ یہ اس کی حالت پہ منحصر ہوتا ہے کہ اس نے ذکر کتنی دیر چھوڑا اور اس کے مراقبات کہاں تک تھے اور کتنی دیر کے لئے چھوڑا۔ کیونکہ ہمارا طریقہ کار یہ ہے کہ ہم مراقبات سلب نہیں کرتے۔ اس لئے کہ اگر مراقبات سلب کئے جائیں تو ایمان تک سلب ہو جاتا ہے۔ ہمارے مشائخ کا قاعدہ یہ ہے کہ مراقبات سلب نہ کئے جائیں۔ اگر آدمی خود چھوڑ بھی جائے تو اسے اللہ کے سپرد کرو اسے اپنے حال پر چھوڑ دو۔ اگر وہ گناہ کبیرہ نہ کرے تو اس کے مراقبات ختم نہیں ہوتے' کمزور ہوتے رہتے ہیں' دھیمے ہوتے رہتے ہیں لیکن اگر عملی زندگی میں عمل کو بھی ضائع کر بیٹھے' گناہ کرتا رہے تو پھر جتنی ٹوٹ پھوٹ ہو چکی ہوتی ہے اتنی ہی مرمت کی ضرورت ہوتی ہے تو بفضل اللہ ہر چیز بحال ہو سکتی ہے۔ لیکن ہر آدمی کے لئے ایک قانون نہیں بنایا جا سکتا کوئی واپس جب آتا ہے۔ تو وہ کتنی ٹوٹ پھوٹ لایا اتنی ہی اس کے ساتھ محنت کی ضرورت پڑتی ہے۔ (از کنز الطالبین)

رزق کریم

فرمایا۔ رزق کریم سے مراد یہ نہیں ہوتا کہ کسی کا بنک بھرا ہوا ہو، کسی کے گھر میں بوریاں بھری ہوئی ہوں، اس کے گھر میں منوں چینی پڑی ہو اور وہ کھا نہ سکتا ہو۔ اس کے پاس کروڑوں روپے پڑے ہوں اور اسے کھانا نصیب نہ ہو۔ اسے پہننا نصیب نہ ہو، رزق کریم سے وہ دانہ گندم مراد ہے جس سے کھانے والے کا پیٹ تو نہ بھرے لیکن اس کے چہرے پر ندامت کا اثر پیدا نہ ہو۔ جسے بیشک ایک وقت کا فاقہ رہ جائے لیکن سے شرمندگی اور ذلت نہ ہو۔

باسعادت موت

سلسلہ عالیہ کے پرانے ساتھی جناب خالد امین صاحب جو 1982ء میں حضرت مولانا اللہ یار خانؒ کے بیعت ہوئے اور پھر اپنی ساری زندگی اس راہ حق میں وقف کر دی۔ حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی نے انہیں روحانی بیعت کروائی اور عرشی منازل تک بقیہ منازل سلوک طے کروائیں گزشتہ دنوں وہ اک انوکھے انداز سے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اِنّا لِلّٰہ وَاِنّا الیہ راجعون انہوں نے باوضو مسجد میں جمعہ کی نماز کے وقت اپنی جان جان آفرین کے سپرد کی۔ اس کی رپورٹ ملاحظہ ہو۔

رپورٹ: حفیظ الرحمان
ٹوبہ ٹیک سنگھ

سلسلہ عالیہ کی برکات وفیوضات کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا الحمدللہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی نسبت سے لوگوں میں وہ تبدیلیاں آئیں کہ اندھیروں کی دلدل میں ڈوبتے لوگ روشنیوں کے میدان میں پہنچ گئے۔ ہر غلطی کا احساس ہونے لگا برائیوں سے اجتناب آداب شریعت سیکھے، محبت رسول ﷺ کے ایسے جذبات دل میں پیدا ہوئے کہ زندگیوں میں اک انقلاب برپا ہوگیا۔ قرب الٰہی کی وہ کیفیات حاصل ہوئیں کہ عشق الٰہی میں دل زندہ ہوگئے سبحان اللہ ہم نے تو یہاں تک دیکھا عالم برزخ میں بھی لوگوں کو نوازا گیا۔ ایک ساتھی کی بدولت خاندان کے تمام لوگ سیراب ہوئے یہ نسبت مرنے والے لوگوں کی بخشش ونجات کا ذریعہ بن گئی، سبحان اللہ چند دن پہلے ہمارے ایک ساتھی جناب محمد خالد امین صاحب ٹوبہ ٹیک سنگھ اپنے مالک حقیقی سے جاملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ان کی عمر ۶۳ سال تھی، ۱۹۸۲ء سے سلسلہ عالیہ میں بیعت ہوئے اس وقت شیخ سلسلہ حضرت جیؒ حیات تھے۔

بعدہ، حضرت مولانا محمد اکرم صاحب اعوان نے روحانی بیعت کروائی اور پھر بقیہ منازل سلوک عرشی منازل تک بھی نصیب ہوئیں تنظیم الاخوان میں بھی بہترین ورکر تھے خیمہ بستی میں بھی وقت لگایا اس سال اجتماع میں بھی حاضر ہوئے۔

صبح وشام باقاعدگی سے معمول کرنا اور تہجد کی باقاعدگی بھی انہیں حاصل تھی۔ صبر وشکر ان کو حاصل تھا کبھی شکوہ نہیں کرتے تھے۔ بہت سادہ زندگی بسر کی۔ مجاہد تھے۔

جمعہ کی شب پہلے سے زیادہ معمول کئے نوافل ادا کئے نماز فجر جماعت کے ساتھ پڑھی قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہے ۱۰ بجے کے قریب کچھ دیر کیلئے سوگئے سوکر اٹھے تو غسل کیا چہرے کا خط وغیرہ کیا پھر صلوٰۃ التسبیح معمول کے مطابق پڑھی مصلی پر کھڑے تھے اپنے بیٹے طاہر کو بلایا کہا مجھے آج ایک خواب ابھی آئی۔ میں دیکھتا ہوں میں کسی اور جہان میں چلا گیا ہوں یکدم میں گھبرایا ایک چکر سا آیا آنکھوں کے سامنے اندھیرا آ گیا میں نے اس وقت کلمہ طیبہ پڑھا فوراً اندھیرا زائل ہوگیا اور تیز ترین روشنی نظر آنے لگی اس روشنی کو میں دیکھتا رہا جس کے بعد میری آنکھ کھل گئی میری طبیعت میں بڑی فرحت اور خوشی ہے میں وہ نور وہ روشنی کھلی آنکھوں اب بھی دیکھ رہا ہوں اس کے بعد خالد صاحب نے سنتیں گھر ادا کیں اور مسجد جانے سے پہلے اپنے بیٹوں کو کہا کہ جمعہ کا وقت ہوگیا۔ چلو مسجد میں آؤ اور خود مسجد کو چلے گئے۔ یہ ان کی آخری بات تھی اس دوران خالد صاحب نے بیٹے کو کہا کہ میں چل یہاں رہا ہوں لیکن یوں لگتا ہے میرے قدم کہیں اور جا رہے ہیں؟ سبحان اللہ خالد امین مسجد میں پہنچے اگلی صف امام کے دائیں طرف بیٹھ گئے بیان ختم ہوا سنتوں کے بعد خطبہ شروع ہوگیا۔ دونوں خطبے مکمل ہوگئے نماز کیلئے تکبیر شروع ہوئی ادھر خالد صاحب کھڑے ہونے کی بجائے سجدے میں چلے گئے اور کہا تھا سبحان اللہ اپنے پروردگار کے حضور ہمیشہ کیلئے واصل ہوگئے۔ سبحان اللہ انا للہ وانا الیہ راجعون بیٹا اگلی صف میں تھا اٹھا کر باہر مسجد کے صحن میں لے آیا مسجد میں لٹا دیا۔ پانی کا گھونٹ منہ میں ڈالا ادھر نماز مکمل ہوئی خالد صاحب کو گھر لایا گیا۔

اللہ نے اپنے محبوب بندے کو کتنے اعزاز کے ساتھ اپنے حضور کتنی مقبول جگہ کتنی مقبول گھڑیوں کے دوران اپنے ہاں بلایا' کتنے پاکیزہ فرشتے آئے ہوں گے الحمدللہ ہم سب ساتھی جنازے میں شریک ہوئے۔ حکیم محمد صادق صاحب مجاز سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ نے خود جنازہ پڑھایا ساتھیوں کی کثیر تعداد نے جنازے میں شرکت کی۔ ☆☆☆

مِن الظلمٰت الی النور

تحریر۔ محمد اجمل
☆☆ لاہور ☆☆

میرا تعلق ایک علمی و دینی گھرانے سے ہے۔ اسی لئے گھریلو ماحول دینی تھا۔ اس وجہ سے طبیعت ذہنی طور پر دین کی طرف مائل تھی لیکن انگریزی تعلیم کی وجہ سے نماز کی پابندی نہیں تھی۔ فلم بینی اور دوستوں کے ساتھ گپ شپ میں وقت گزر جاتا تھا۔

ملازمت کے سلسلے میں اسلام آباد جانا ہوا تو جن کے ہاں ٹھہرا وہ سلسلہ عالیہ کے اسلام آباد میں امیر تھے۔ انہوں نے مجھے ذکر کے لئے کہا تو بڑا عجیب سا لگا کہ ذکر بہت اللہ والے اور پہنچے ہوئے لوگوں کا کام تھا جو مجھ جیسے گنہگار کے کرنے کا کام نہیں تھا۔ بلکہ اس کے لئے پہلے نماز روزہ کی پابندی' تہجد و نوافل کی پابندی لازمی تھی۔ لہذا میں نے صاف انکار کر دیا جب انہوں نے وجہ پوچھی تو میں نے بتایا کہ جب میں نماز ہی نہیں پڑھتا تو ذکر کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ انہوں نے فرمایا کہ نماز نہیں پڑھتے نہ سہی۔ لیکن ذکر کیا کرو۔ میں نے کہا کہ وضو کرنا پڑے گا فرمانے لگے کہ ہاں میں نے کہا کہ اگر وضو ہی کرنا ہے تو پھر میں نماز نہ پڑھ لیتا فرمانے لگے کہ اچھا بغیر وضو کے ذکر کر لیا کرو۔ میں نے اوقات پوچھے تو فرمانے لگے کہ تہجد کے بعد فجر کی نماز سے پہلے اور مغرب کے بعد میں نے عرض کی کہ میں تو اٹھتا ہی سورج نکلنے کے بعد ہوں۔ فرمانے لگے کہ جب بھی اٹھو ذکر کر لیا کرو اسی طرح سونے سے پہلے پہلے ذکر کر لیا کرو۔

جب میں نے یہ ساری شرطیں منوا لیں تو میں نے فیصلہ کر لیا کہ اب میں ذکر کیا کروں گا انہوں نے بھی ایک شرط لگائی کہ اس عمل میں کبھی ناغہ نہ کرنا۔

پھر میں نے پوچھا کہ کتنی دیر ذکر کیا کروں تو فرمانے لگے جتنا آسانی سے کر سکو۔ جب میں نے یہ ساری شرطیں منوا لیں تو میں نے فیصلہ کر لیا کہ اب میں ذکر کیا کروں گا۔ انہوں نے بھی ایک شرط لگائی کہ ناغہ کبھی نہ کرنا۔

پھر انہوں نے مجھے اپنے ساتھ بٹھا کر ذکر کروایا تو دل مسرت سے بھر گیا اور ایسا محسوس ہوا کہ میں پرواز کر رہا ہوں۔

اب اللہ تعالےٰ کی شان دیکھیں کہ جب میں نے ذکر شروع کیا تو طریقہ یہ اختیار کیا کہ صبح اٹھنے کے بعد چارپائی پر ہی چار پانچ منٹ ذکر کر لیتا تھا اور رات کو سونے سے پہلے۔ لیکن اس کا اثر یہ ہوا کہ ایک ہفتے میں نماز پکی ہو گئی اور ایک مہینے بعد میں نے داڑھی رکھ لی۔ یہ 1980ء کی بات ہے۔ دو تین مہینے بعد احدیت کرا دی گئی۔ اب مجھ سے ایک غلطی ہو گئی میرے استاد محترم نے مجھے فرمایا کہ داڑھی نہ کٹوانا اگلے سال تمہاری روحانی بیعت ہو جائے گی لیکن میرا نفس ابھی سرکش تھا میں نے ان کی ہدایت پر عمل نہ کیا داڑھی رکھی لیکن چھوٹی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میری روحانی بیعت حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں نہ ہو سکی۔

ایک دفعہ حضرت جیؒ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ میں ایک گھٹنا اوپر کر کے اور ایک ہاتھ زمین پر رکھ کر عجیب انداز میں بیٹھا ہوا تھا مجلس میں روحانی بیعت کی بات ہو رہی تھی میرے دل میں خیال آیا کہ مجھ ناچیز کی باری کب آئے گی۔ حضرت جیؒ نے فرمایا کہ شیخ کے سامنے بیٹھنے کی تمیز نہیں ہے۔ اور روحانی بیعت

کی بات کرتے ہیں۔ ایک ساتھی نے کہا یہ وہاں بھی ایسے ہی بیٹھیں گے۔ میں لرز گیا۔

1983ء میں ایک ساتھی نے کہا کہ

اگر آدمی خلوص کے ساتھ ذکر کرتا رہے تو میرا تجربہ ہے کہ کسی کو ذکر کیلئے کہنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ لوگ کردار دیکھ کر خود ہی ساتھ لگ جاتے ہیں۔

حضرت کو خط لکھا کرو۔ میں نے حضرت کو خط لکھا اور استدعا کی کہ میرے خاتمہ بالایمان کی دعا فرمائیں۔ کوئی جواب نہ آیا۔ 1983ء کے لنگر مخدوم کے اجتماع میں ساتھیوں کا بہت رش تھا۔ سامنے سے آ کر حضرت جیؒ کی چارپائی کے نزدیک جا کر بیٹھنا بہت مشکل بلکہ ناممکن تھا۔ میں چکر کاٹ کر حضرتؒ کی چارپائی کے پیچھے حضرتؒ کی پشت کی طرف بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد حضرت نے اپنا رخ مبارک پیچھے کی طرف پھیرا اور چارپائی سے ٹانگیں لٹکا کر بیٹھ

حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا یہ جو میں دو وقت کا ذکر بتاتا ہوں یہ خاتمہ بالایمان کیلئے ہی ہے۔

گئے ایک دو ساتھی قریب آ کر بیٹھ گئے اور ٹانگیں دبانے لگے۔

حضرت جیؒ نے فرمایا یہ جو میں دو وقت کا ذکر بتلاتا ہوں۔ یہ خاتمہ بالایمان کے لیے ہی ہے اس طرح مجھے اپنے خط کا جواب مل گیا۔

سلسلہ عالیہ سے تعلق ایک ایسی نعمت ہے کہ اگر آدمی خلوص کے ساتھ ذکر کرتا رہے تو میرا تجربہ ہے کہ کسی کو ذکر کے لئے کہنے کی ضرورت نہیں پڑتی لوگ کردار دیکھ کر خود ہی ساتھ لگ جاتے ہیں۔ میرے گاؤں میں میرے رشتہ داروں نے اس کا کافی اثر قبول کیا۔ میرے تقریباً دس بارہ رشتہ دار حضرت مدظلہ العالی کی بیعت کر چکے ہیں اور ان میں چند باقاعدگی سے ذکر کرتے ہیں۔ تحریک نفاذ اسلام میں انہوں نے پورا پورا حصہ لیا' ایک رشتہ دار پورا رمضان خیمہ بستی میں مقیم رہا اور اجازت ملنے پر گھر آیا۔

جہاں تک نفاذ اسلام کیلئے قربانیوں کا تعلق ہے سوائے خیمہ بستی کے آخری دنوں کے اس کا موقع ابھی نہیں آیا میری ناقص عقل کے مطابق جلسے جلوسوں میں حاضری اور تھوڑا مالی تعاون یہ روٹین کی چیز ہے۔ ہاں جب وقت آئے تو اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس میں جان و مال خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆

دعائے مغفرت

سلسلہ عالیہ کے پرانے ساتھی خالد امین صاحب ٹوبہ ٹیک سنگھ قضائے الٰہی سے انتقال کر گئے ہیں۔

☆......سلسلہ عالیہ کے ساتھی حمیداللہ (تونسہ شریف) کے چچا عبدالعزیز فوت ہو گئے ہیں

☆......سلسلہ کے ساتھی محمد اویس بشیر (لاہور) کے بھائی قضائے الٰہی سے انتقال کر گئے۔

☆......سلسلہ کے ساتھی صوبیدار محمد نذیر (لاہور) کے ماموں قضائے الٰہی سے انتقال کر گئے ہیں۔

☆......ڈاکٹر محمد اسرار کے والد محترم (علی محمد) قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔

☆......محمد عباس وڑائچ کی والدہ محترمہ قضائے الٰہی سے وفات پا گئی ہیں۔ سلسلہ کے احباب سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

حضرت بایزید بسطامیؒ

مرسلہ۔ الطاف قادر گھمن

ایرانی صوبے قومس کے شہر بسطام میں ایک حجرہ موبدان تھا۔ اس میں ایک بہت ہی عابدوزاہداور نیک نفس بزرگ رہتے تھے۔ جن کا نام شیخ عیسٰی تھا۔ ان کی زوجہ محترمہ امید سے تھیں۔ ان کو یہ بات شدت سے محسوس ہوتی کہ جب بھی وہ کوئی مشتبہ غذا لاعلمی میں کھا لیتیں تو ان کو عجیب قسم کی بے کلی اور بے چینی سے دوچار ہونا پڑتا اور جب تک وہ غذا ان کے پیٹ سے باہر نہ آجاتی ان کی طبیعت بےقرار ہی رہتی بعض اوقات تو ان کی حلق میں انگلی ڈال کر وہ غذا باہر نکالنی پڑتی۔ اس کیفیت کو وہ بہت شدت سے محسوس کرتی تھیں۔ بچے کی ولادت میں ابھی چند ماہ باقی تھے کہ شیخ عیسی اس دارفانی سے رحلت فرما گئے باپ کی وفات کے بعد پیدا ہونے والا یہ یتیم بچہ آئندہ زندگی میں روحانیت کی کن بلندیوں کو چھوئے گا۔ یہ یتیم بچہ حضرت بایزید بسطامیؒ تھے آپ کو بزرگان دین میں بہت بڑا مقام حاصل ہے توحید کے معاملات اور مسائل میں تمام بزرگوں کی انتہا آپ کی ابتدا ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ حضرت کے گلستان میں جو پھول لوگوں نے دوسو سال کی محنت شاقہ سے حاصل کئے وہ میں نے اپنی اوائل عمر میں ہی حاصل کر لئے۔ بزرگان کی متفقہ رائے ہے کہ بایزیدؒ کے مراتب تک کوئی اور نہیں پہنچا۔

آپ نے مکتب میں داخل ہوتے ہی قرآن مجید کی آیات سے استدلال حاصل کرنا شروع کر دیا۔ آپ خدا کے اس فرمان کو کہ "میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو"۔ پڑھ کر بہت زیادہ بے چین ہوئے اور والدہ سے اپنی پریشان کا تذکرہ کیا۔ والدہ نے کہا کہ میں تم کو خدا کے سپرد کرتی ہوں تم خدا کا شکر ادا کرو اور علم کی تلاش کرو۔ علم کی تلاش میں آپ نے شہر شہر اور گاؤں گاؤں خاک چھانی۔ بہت سے علماء اور مشائخ حضرات سے ظاہری اور باطنی علوم سیکھے۔

وہ مسلسل تیس سال شام کے صحراؤں اور میدانوں میں پھرتے رہے اس مدت میں آپ نے ۱۷۰ علماء اور مشائخ سے فیوض حاصل کئے۔ آپ کے اساتذہ میں امام جعفرؒ بھی شامل ہیں۔ آپ نے اپنے اساتذہ کی طرف کبھی نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ بہت جلد فارغ ہو گئے۔ امام صاحب کے حکم سے آپ واپس بسطام لوٹے۔

آپ کرامات ظاہر کرنے سے ہمیشہ گریزاں رہتے۔ ایک مرتبہ ایک شخص آپ کے ساتھ کافی مدت رہا پھر آپ سے بددل ہو کر جانے لگا۔ آپ نے اس طرح جانے کا سبب پوچھا تو معلوم ہوا کہ اتنی مدت ساتھ رہنے کے باوجود اس شخص نے آپ کی کوئی کرامت نہیں دیکھی۔ آپؒ نے فرمایا تم نے مجھے...... خلاف سنت اور خلاف شریعت کبھی کوئی کام کرتے دیکھا۔ جواب ملا۔ بالکل نہیں۔ آپ اس پر سختی سے پابند ہیں۔ آپ نے فرمایا اس سے بڑی اور کیا کرامت ہوگی۔

آپ ہمیشہ مسجد کی خدمت کرتے۔ آپ نے چالیس سال تک مسجد کی صفائی ستھرائی کا ذمہ اپنے سر لے رکھا تھا۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت لرز جاتے کہ مبادہ کہیں میں ناپاک تو نہیں ہوں کہ اس طرح میرے جانے سے مسجد آلودہ نہ ہو جائے۔ آپ کے مجاہدات بہت سخت تھے۔

حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاءؒ جناب بایزید بسطامی کے مجاہدات اور نفس کشی کے متعلق اپنے مریدین کو بتلایا کرتے تھے کہ اسلام نام کے طور پر بہت آسان ہے لیکن اس کے کام اور پابندیاں بہت مشکل ہوتی ہیں۔ بایزید فرماتے ہیں کہ جب میں مسلمان ہوں لوگ مجھے مسلمان سمجھتے ہیں تو میں مسلمان ہونے کا حق کیوں نہ ادا کروں۔

آپ کے ایثار کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ حج پر روانہ ہو رہے تھے کہ ضرورت مند آ گیا۔ آپ سے کہا کہ آپ کے پاس کتنی رقم ہے۔ آپ نے

فرمایا کہ میرے پاس ۲۰۰ دینار ہیں اور میں حج پر روانہ ہو رہا ہوں۔ اس نے سوال کیا کہ میں ضرورت مند ہوں آپ یہ رقم مجھے دے دیں اور میرے گرد طواف کر لیں آپ کا حج ہو جائے گا اور میری ضرورت پوری ہو جائے گی آپ نے ایسا ہی کیا۔

نفس کشی کا یہ عالم تھا کہ آپ کو عمر بھر سیب کھانے کی آرزو رہی' لیکن صرف اس وجہ سے نہیں کھایا کہ اس سے نفس کو تسکین حاصل ہو جائے گی۔ ایک مرتبہ عقیدت مند کہیں سے بہت ہی خوبصورت سیب لایا غالباً اس کو معلوم تھا کہ حضرت کو سیب بہت پسند ہیں۔ آپ نے سیب دیکھا اس کی رنگت اور خوبصورتی کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا یہ کس قدر لطیف سیب ہے۔ ساتھ ہی خیال آیا کہ اللہ کا نام لطیف ہے اور یہ نام سیب کیلئے استعمال کر رہا ہوں۔ بہت پشیماں ہوئے اس کے بعد عمر بھر سیب کو چھوا تک بھی نہیں۔

حضرت بایزید ایک مرتبہ حضرت رسول اکرم ﷺ کے روضہ مبارک پر حاضر تھے۔ درود وسلام کا سلسلہ جاری تھا۔ اسی عالم میں غنودگی طاری ہوگئی۔ آنحضرت ﷺ کا دیدار ہوا۔ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ بایزید اٹھو اور جا کر اپنی ماں کی خدمت کرو۔ آپ اسی وقت بسطام روانہ ہو گئے۔ رمضان کا مہینہ تھا۔ آپ کی آمد کی خبر سن کر لوگ آپ کے استقبال کیلئے جمع ہو گئے۔ آپ کا نفس اس طرح والہانہ استقبال پر بہت خوش ہوا۔ آپ نے فوراً روٹی کھانا شروع کر دی۔ لوگ آپ سے بدظن ہو کر اپنے گھروں کو چلے گئے۔ بعد میں آپ نے اپنے خاص مریدین کو بتلایا کہ یہ لوگ کس قدر ظاہر بین ہوتے ہیں یہ بھی نہیں جانتے کہ مسافر پر روزہ

آپ نے چالیس سال تک مسجد کی صفائی ستھرائی کا ذمہ اپنے سر لے رکھا تھا۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت لرز جاتے کہ مبادہ کھیں میں ناپاک تو نہیں ہوں۔

فرض نہیں ہے۔ آپ جس وقت اپنے گھر پہنچے اس وقت آدھی رات ڈھل چکی تھی۔ آپ کی والدہ محترمہ مناجات اور ورد وظائف میں مشغول تھیں اور دعا کر رہی تھی کہ یا اللہ میرے لخت جگر کو واپس بھیج دے۔ آپ نے فوراً دروازے پر دستک دی اور کہا کہ والدہ میں آپ کا بیٹا بایزید ہوں اور واپس آ گیا ہوں۔ آپ کی والدہ آپ کی جدائی میں بینائی سے محروم ہو چکی تھیں۔ انہوں نے فوراً آپ کو کلیجے سے لگایا۔ اس کے بعد بایزید کہیں نہیں گئے۔ ماں کی خدمت اور رضا جوئی ہر کام پر فوقیت رکھتی ہے۔ جو کچھ باہر جا کر مجاہدوں اور ریاضتوں میں تلاش کرتا وہ ماں کی خدمت میں مل گیا۔ آپ نے والدہ کی بہت خدمت کی۔ ایک رات کو آپ کی والدہ نے پانی مانگا گھر میں پانی موجود نہیں تھا۔ آپ دریا سے پانی لینے چلے گئے واپس آئے تو والدہ سو چکی تھیں۔ آپ اس خیال سے والدہ کے سرہانے رات بھر پانی پکڑے کھڑے رہے جب تک آپکی والدہ کی آنکھ نہ کھلی اور انہوں نے پانی نہ پی لیا۔ آپ کی والدہ نے ایک مرتبہ رات کو بایزید کو کہا کہ کمرے کا آدھا دروازہ کھول دو۔ آپ ساری رات دروازے کے پاس کھڑے رہے کہ کہیں آدھا دروازہ بند نہ ہو جائے اور والدہ کی حکم عدولی نہ ہو۔ آپ نے ماں کی خدمت کر کے وہ سب کچھ حاصل کر لیا جس کے ایک عرصے سے آپ متلاشی تھے۔

☆☆☆☆☆☆

ضرورت رشتہ

نیک سیرت خوبصورت 2 بچیاں دراز قد تعلیم یافتہ BSc-B-ed کیلئے نیک محنتی پڑھے لکھے شریف نوجوانوں کا رشتہ درکار ہے۔
سلسلہ عالیہ کی نسبت رکھنے والوں کو ترجیح دی جائے گی۔
رابطہ c/o مقصود احمد
0221-640062 حیدرآباد

جنت کی حقیقت

"بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرما کر جنت میں رکھا اور پھر ایک دانہ گندم کی غلطی پر انہیں جنت سے نکال دیا گیا اور پھر عمر بھر ریاضت اور توبہ کی قبولیت پر جنت کا لالچ دے دیا گیا۔ آج میرے پاس اسی قسم کا خط موصول ہوا۔ میں نے انہیں مختصر سا جواب دیا کہ اللہ کا علم بہت وسیع ہے اس نے آدم کو پیدا ہی زمین کیلئے کیا تھا تبھی تو فرمایا تھا کہ "انی جاعِلٌ فی الارض خلیفہ" کہ میں زمین پر اپنا نائب بھیج رہا ہوں...... یہ تصور کہ آدم کو جنت کا لالچ دیا گیا سراسر غلط ہے جنت کی طلب سے مراد یہ ہے کہ اللہ کے مقبول بندے بن جاؤ۔ اپنے اللہ سے محبت کرو۔ جنت تو رہائش گاہ ہے۔

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 6-6-03

بسم اللہ الرّحمٰنِ الرَّحیمِ o

بعض اوقات ڈاک میں بڑے دلچسپ سوال ہوتے ہیں جن میں بعض ایسے ہوتے ہیں کہ جو شاید زیادہ لوگوں کے لئے فائدہ مند ثابت ہوں۔ ایسا ہی ایک سوال آج کی ڈاک میں تھا سوال یہ تھا کہ آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا فرما کر جنت میں رکھا گیا، پھر انہیں ایک دانہ گندم پر جنت سے نکالا گیا اور پھر انہیں توبہ کرنے اور توبہ کی قبولیت پر جنت کا لالچ دیا گیا۔ کم وبیش عبارت اس طرح کی تھی شاید کوئی لفظ مجھ سے آگے پیچھے ہو گیا ہو۔ تو سائل چاہتا تھا کہ میں یہ سمجھنا چاہتا ہوں کہ اصل معاملہ کیا ہے؟ سائل کو تو میں نے مختصر سا جواب دیا کیونکہ خط میں اتنی ہی گنجائش ہے اور وقت بھی اتنا ہی ہوتا ہے لیکن سوال دلچسپ ہے میرے خیال میں شاید اکثر لوگوں کے ذہن میں یہی بات اسی طرح ذہن نشین کرائی گئی ہے۔ حالانکہ یہ سارا تصور سراسر غلط ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا ہی زمین کے لئے فرمایا گیا تھا اور اُن کی تخلیق سے پہلے رب کریم نے جب فرشتوں کو اطلاع فرمائی فرمایا اِنی جاعِلٌ فی الارض خلیفہ۔ میں زمین میں اپنا ایک خلیفہ پیدا کرنا چاہتا ہوں یعنی تخلیق سے پہلے طے تھا کہ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام زمین پر رہیں گے۔ اللہ قادرِ مطلق ہے اور اس کا علم کامل ومکمل ہے اُس کے لئے ماضی، حال، مستقبل نہیں وہ سب جانتا ہے جو ہو چکا ہے وہ بھی اُس کے سامنے حاضر اور موجود ہے جو ہونے والا ہے وہ بھی اُس کے سامنے حاضر وموجود ہے۔ اللہ کا علم حضوری ہے۔ ماضی یا مستقبل مخلوق کیلئے ہیں خالق کے لئے نہیں، زمانے بھی اُس کی مخلوق ہیں اور ہمہ وقت اُس کے سامنے حاضر ہیں۔ اُس کا علم حضوری ہے۔ وہ جانتا تھا کہ میں آدم علیہ السلام کو پیدا کروں گا۔ وہ یہ جانتا تھا کہ شیطان اس پر گمراہ ہوگا۔ وہ یہ جانتا تھا کہ شیطان کا اور آدم علیہ السلام کا اور اولادِ آدم علیہ السلام کا مقابلہ رہے گا اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ کون شیطان کی مانے گا اور کون رحمان کی مانے گا۔ وہ یہ بھی جانتا ہے کہ کون جنت میں جائے گا اور کون دوزخ میں جائے گا۔ اُس کا علم مکمل ہے۔

لیکن اُس کا نظامِ کائنات ایسا ہے کہ اُس نے دنیا کو اسباب سے وابستہ کر دیا۔ اگرچہ اسباب بھی اُس کی مخلوق ہیں اور وہ خود پیدا فرماتا ہے لیکن اُس نے ایک قانون بنا دیا کہ دنیا عالم اسباب ہے اور ہر کام کے پیچھے ایک سبب ہوگا۔ حضرت آدم علیہ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو اگر جنت میں رکھا گیا تو شاید زندگی گزارنے کی تربیت دینا مقصود ہوگا۔ چونکہ جنت میں تو شب وروز نہیں ہیں۔ سورج، چاند، ستارے، نہیں ہیں۔ وقت کا عروج وزوال نہیں ہے۔ موسموں میں تغیر وتبدل نہیں ہے جبکہ دنیا میں یہ ساری چیزیں ہیں۔ جنت میں کھانا کسی بھوک کے لئے نہیں لذت کے لئے ہے۔ سونا نیند کی مجبوری سے نہیں بلکہ نیند میں بھی ایک لذت ہے۔ جنت کا ہر فعل اپنی الگ لذت رکھتا ہے۔

ایک بات سمجھ لیجئے۔ یہ تصور کہ جنت کا لالچ دیا گیا۔ یہ باطل ہے اس لئے کہ جنت ذاتی طور پر کوئی ایسی چیز نہیں جس کیلئے بندہ مجاہدہ کرے۔ جنت ایک رہائش گاہ ہے۔ جس طرح یہ دنیا ایک رہائش گاہ ہے۔ اسی طرح ایک رہائش

گاہ جنت بھی ہے لیکن دنیا ہر ایک کیلئے رہائش گاہ ہے اور جنت صرف ان لوگوں کیلئے رہائش گاہ ہے جو دنیاوی زندگی میں اللہ کی اطاعت کریں۔ مقصد قرب الٰہی ہے۔ مقصد رضائے الٰہی ہے۔ مقصد رب العالمین سے تعلق ہے۔ اب کسی بندے سے یہ کہا جائے کہ تمہیں پریزیڈنسی میں ہونا چاہئے کہ تم کوشش کرو کہ تم پریزیڈنسی میں جا کر رہو تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ پریزیڈنسی کیلئے مجاہدہ کرے گا۔ اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ تمہیں ملک کا صدر بننا چاہئے۔ جب صدر بنے گا پریزیڈنسی میں رہے گا۔ ہم کسی سے کہتے ہیں کہ بھئی تمہاری تو حیثیت ایسی ہے کہ تمہیں تو گورنر ہاؤس میں ہونا چاہئے تو گورنر ہاؤس میں تو تب ہی ٹھہرے گا جب گورنر بنے گا۔

قرآن حکیم نے جگہ جگہ جنت طلب کرنے کا حکم دیا ہے اس سے مراد یہی ہے کہ اللہ کے مقبول بندے بن جاؤ۔ اپنے اللہ سے محبت کرو اپنے اللہ کی اطاعت کرو۔ اپنے اللہ سے عشق کرو۔ اپنے اللہ کو چاہو۔ اس کا قرب تلاش کرو۔ جب تم اللہ کے بندے بن جاؤ گے تو ایسے لوگوں کی رہائش گاہ جنت ہے۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام معصوم عن الخطا ہوتے ہیں اور ان کا جنتی ہونا قطعی ہوتا ہے۔ انہیں جنت کا لالچ دینے کا کیا مقصد ہے؟ یہ سوچنا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو توبہ پر جنت کا لالچ دیا گیا یہ سوچنا اس لئے غلط ہے کہ نبی ہر حال میں نبی ہی نہیں جنتیوں کا بھی نبی ہوگا۔ جنتیوں کا بھی سردار ہوگا۔ غیر نبی اور نبی جنت میں برابر نہیں ہوں گے غیر عالم اور عالم ایک جیسے نہیں ہوں گے بلکہ یہ سوال کیا گیا کہ جنت میں تو کسی کو عبادت کرنے کی ضرورت نہیں ہو گی۔ جنت میں کوئی فرائض واجبات نوافل نہیں ہوں گے علما کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوگی۔ تو فرمایا گیا کہ علماء کی ضرورت جنت میں بھی ویسی ہی ہوگی۔ لوگ پھر پوچھیں گے کہ مزید رب

یہ تصور کہ جنت کا لالچ دیا گیا۔ یہ باطل ہے اس لئے کہ جنت ذاتی طور پر کوئی ایسی چیز نہیں جس کیلئے بندہ مجاہدہ کرے۔ جنت ایک رہائش گاہ ہے۔ جس طرح یہ دنیا ایک رہائش گاہ ہے۔

العالمین کیا مانگیں اور جو بات اہل علم جانتے ہوں جنہوں نے دنیا میں علم حاصل نہیں کیا۔ وہ نہیں جانتے ہوں گے۔ علماء کی قدر وہاں بھی ہوگی۔ اگر علماء کی ہوگی تو اہل اللہ کی اور صوفیا کی اس سے زیادہ ہوگی۔ صحابہ کی اس سے کہیں زیادہ ہوگی اور انبیاء تو نبی ہوں گے یہ سوچنا کہ کسی نبی کو جنت کا لالچ دیا گیا یہ سوچ سراسر غلط ہے بلکہ یہ سوچنا کہ عام مسلمانوں کو اللہ نے جنت کا لالچ دیا یہ صحیح نہیں ہے بلکہ جہاں جنت کی بات کی گئی اس لئے کی گئی جنت تلاش کرو۔ جنت کیلئے محنت کرو کہ جنت ایسے لوگوں کی رہائش گاہ ہے جو اللہ کے بندے ہوں گے۔ مقصد یہ ہے۔

ہر بات کے دو معانی ہوتے ہیں ایک معنی قریب ہوتا ہے ایک معنی بعید ہوتا ہے۔ لفظی معنی کو معنی بعید کہتے ہیں جو اس سے مراد ہوتا ہے۔ اس کا معنی بعید یہ ہے کہ اللہ کی اطاعت کرو۔ اللہ کی معرفت حاصل کرو۔ اللہ کی عظمت کو پہچانو۔ اللہ کے بندے بنو تا کہ تم اہل جنت میں شمار کئے جاؤ کیونکہ جنت میں وہ لوگ ہوں گے جن سے اللہ راضی ہوگا۔ تو جنت مقصود بالذات نہیں ہے مقصود بذات رضائے الٰہی ہے۔ کیونکہ جنت بھی تو مخلوق ہے۔ اگر جنت کا حصول ہی مقصود بذات بن جائے تو یہ بھی شرک ہو جائے گا۔ مقصود بذات اللہ کی ذات ہے۔ مقصود بذات اللہ کی رضا ہے۔ مقصود بذات اللہ جل شانہ، کا قرب ہے اور جو لوگ اُس میں کامیاب ہوں گے جنت ان کی رہائش گاہ ہے۔

اس سوال کا یہ پہلو کہ آدم علیہ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو جنت سے نکال دیا گیا۔ یہ نکال دیا گیا لفظ ہی غلط ہے آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا گیا اور قرآن کریم نے جہاں بھی ذکر فرمایا۔ یہی فرمایا کہ اب آپ زمین پر جاؤ اب آپ کو زمین پر بھیجا جاتا ہے۔ اب آپ زمین پہ جائیں۔ اور ساتھ یہ بتایا گیا کہ شیطان آپ کا دشمن ہے۔ وہاں بھی آپ کو دھوکہ دینے کی کوشش کرے گا۔ اور آپ نے اس کا مقابلہ کرنا ہے جس کا ایک تجربہ آپ کو جنت میں ہوا ہے۔

رب کریم نے قرآن حکیم میں جو اطلاع دی ہے وہ یہ ہے وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ

الشجرۃ ○ اے آدم! اے حوا! تم دونوں اس درخت کے قریب مت جانا۔ اس کا پھل مت کھانا۔ اب وہ شجر گندم ہے۔ یا وہ کوئی اور درخت تھا اللہ جانے' مفسرین کرام نے فرمایا کہ یہ گندم کا پودا تھا یا گندم کا دانہ تھا۔ شیطان چونکہ آسمانوں پہ رہتا تھا تو بعثت آقائے نامدار ﷺ تک شیطانوں کا اور جنات کا آسمانوں پر داخلہ بند نہیں تھا۔ آسمانوں میں جا گھستے تھے اور بعثت محمد رسول اللہ ﷺ پر جنوں اور شیطانوں کا آسمانوں میں داخلہ بند کر دیا گیا۔ اب جو بھی اوپر جاتا ہے اس کو مار پڑتی ہے۔ شہاب ثاقب گرتے ہیں۔ اس پر آگ برسائی جاتی ہے اور اب وہ وہاں نہیں جا سکتے۔ آسمانوں کی ایک الگ دنیا ہے۔ آپ اُسے زمین پر قیاس نہ کریں۔ آسمانوں کی دنیا اگرچہ زمین سے کھربوں گنا وسیع ہے لیکن آسمان اول پر کھڑا ہوا بندہ آسمان ہفتم سے اوپر کھڑے ہوئے کے ساتھ اس طرح بات کر لیتا ہے جس طرح میں آپ سے کر رہا ہوں۔ وہاں کے فاصلے وہاں کے دن رات وہاں کی فضائیں وہاں کی ہیں۔ یہاں کی نہیں ہیں۔

سدرۃ المنتھیٰ عندھا جنت الماویٰ.

جنت کی جو نشان دہی کی گئی کہیں سدرۃ المنتھیٰ سے آگے ہے اب شیطان کس آسمان پر کھڑا تھا۔

وَقَاسَمَهُمَا إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِينَ ○ اُس نے اللہ کی قسم کھائی کہ اس درخت کا پھل کھا لو تو تم ہمیشہ اللہ کے قرب میں رہو گے اور پھر اللہ کی قسم کھائی کہ میں تمہاری بھلائی کی بات اِنِّی لَکُمَا لَمِنَ النصحین ○ قرآن بتاتا ہے۔ اب انہیں دنیا کا تو تجربہ نہیں تھا۔ اللہ نے پیدا فرمایا اور میاں بیوی مائی صاحبہ اور آدم علیہ السلام جنت میں تھے۔ اُن کے تصور میں بھی یہ نہیں تھا کہ کوئی اللہ کی قسم بھی جھوٹی کھا سکتا ہے۔ جب اللہ کی قسم اُس نے کھائی انہوں نے سمجھا صحیح کہہ رہا ہے انہوں نے وہ دانہ کھا لیا اور جب دانہ کھایا تو اُس کی خصوصیت تھی کہ جنت میں تو اُن کے وجود جنتی لباس سے ڈھکے ہوئے تھے اب وہ چونکہ دنیا کی غذا تھی۔ دنیا میں کھانا مقدر تھی۔ جب وہ کھایا تو دنیوی اسباب ظاہر ہو گئے۔ وجود برہنہ ہو گیا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پتوں سے وجود ڈھانپا۔ اللہ کریم نے فرمایا آپ کو منع کیا تھا اور بتایا تھا یہ دھوکہ کرے گا۔ چلو بہر حال آپ کو ایک تجربہ ہو گیا اب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام زمین پر تشریف لے جائیے اور شیطان زمین پر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مقابلہ جاری رکھے گا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک تجربہ ہو گیا۔ اب آئندہ اس سے اپنی اولاد کو بھی سمجھائیے کہ شیطان سے مقابلہ کرنا ہے۔

میدانِ حشر میں جو خوش نصیب نجات پائیں گے وہ سارے اللہ تعالیٰ کو روبرو دیکھیں

اب اس میں نکال دینے کی بات کہاں سے آ گئی۔ میرے خیال میں ہمارے ہاں شاعری میں ایک روش بڑے قدیم سے چلی آ رہی ہے۔ عموماً ہمارے شعراء حضرات عجیب طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ شراب نوشی' آوارہ مزاج' نکمے اگر ناراض نہ ہوں تو اکثریت ایسی ہے۔ یہ بات شعراء تک بھی پہنچے گی اور شاید خفا بھی ہوں گے۔ لیکن حق یہ ہے کہ اکثریت ایسے لوگوں کی ہے اگرچہ اُن میں بہت اچھے لوگ بھی ہیں علامہ اقبال جیسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے قرآن وحدیث کی ساری تفسیر شاعری میں کی۔ مولانا حالی جیسے لوگ بھی ہیں اور اکبر الہ آبادی جیسے لوگ بھی ہیں۔ بہت اچھے لوگ بھی ہیں لیکن اکثریت اس طرح کی ہوتی ہے اور دین پر جب وہ طنز کرتے ہیں یا اللہ کے نیک بندوں پہ جب کسی شعر میں طنز کرتے ہیں تو اُس سے بڑی واہ واہ ہوتی ہے۔ یہ طنزیہ شعر غالب نے کہا

نکلنا خلا سے آدم علیہ کا سنتے آئے ہیں لیکن
بہت بے آبرو ہو کر تیرے کوچے سے ہم نکلے

یعنی اُس کے خیال کے مطابق بڑا بے آبرو کر کے آدم علیہ السلام کو جنت سے نکال دیا گیا۔ تو وہ اپنے محبوب سے کہتا ہے کہ مجھے تو تمہارے کوچے سے اتنا بے آبرو کیا گیا کہ اتنا آدم علیہ السلام کو نہیں کیا گیا تھا۔ اُن سے زیادہ مجھے بے آبرو کر دیا۔ ایک تصور دے دیا کہ آدم علیہ السلام کو بے آبرو کر کے جنت سے نکال دیا

گیا تھا۔ جو تصور ہی باطل ہے' غلط ہے۔ آدم علیہ السلام کو پیدا ہی زمین پر رہنے کے لئے کیا گیا تھا اور زندگی مستعار گزرنے کے بعد انہیں جنت پہنچنا تھا۔ یہ الگ بات کہ اللہ نے انہیں جنت دکھا دی اور نبی شاہد عدل ہوتے ہیں۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام شب معراج تشریف لے گئے۔ آپ نے رب العالمین کو دیکھا۔ اب جو حضرات فرماتے ہیں کہ دنیاوی زندگی میں جمال الہی کو اور ذات الہی کو دیکھنا محال ہے۔ وہ اس امر پر غور نہیں فرماتے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اس زمین پر کھڑے ہو کر نہیں دیکھا۔ یہ دنیاوی زندگی کی بات نہیں ہے یہ اُس عالم کی بات ہے جس سے نہ میں واقف ہوں' نہ آپ واقف ہیں' نہ علماءؒ واقف ہیں۔ کون جانتا ہے کہ شب معراج حضور اکرم ﷺ کی منزل کہاں تھی؟ کون جانتا ہے جبرائیل امین ساتھ تھے سدرۃ المنتہٰی پر پہنچ کر وہ رک گئے۔ عرض کی! یا رسول اللہ ﷺ اس سے آگے میری مجال نہیں ہے۔

اگر یک سرے موئے برتر پرم
فروغ تجلی بسوزد پرم

اس سے آگے اگر میں ایک بال برابر بھی بڑھا تو تجلیات الہی مجھے جلا کر راکھ کر دیں گی۔ میرے پَر جل جائیں گے۔ میں اس سے آگے نہیں جا سکتا۔ پھر ایک سواری حضور ﷺ کو دی گئی جسکا نام "رف رف" تھا۔ ایک کوئی تخت تھا جس پر حضور جلوہ افروز ہوئے تو وہ لے اڑا اب کہاں لے گیا۔ قاب قوسین او ادنیٰ۔ قوسین کمانوں کو کہتے ہیں قرآن کہتا ہے۔ قاب قوسین کمانوں کے درمیان لے گیا۔ او ادنیٰ۔ یا اس سے بھی قریب تر۔ اب کچھ حضرات نے یہ بھی لکھا ہے کہ جب آپ بازو بڑھاتے ہیں تو یہ قوس بن جاتی ہے۔ کمان بن جاتی ہے۔ جب کسی کو آپ سینے سے لگا لیتے ہیں تو یہ اُس سے

آدم علیہ السلام کے تصور میں بھی نہیں تھا کہ کوئی اللہ کی قسم بھی جھوٹی کھا سکتا ہے۔ جب اُس نے اللہ کی قسم کھائی تو انہوں نے سمجھا صحیح کہہ رہا ہے انہوں نے وہ دانہ کھا لیا

بھی قریب بڑھ جاتا ہے۔ قادر مطلق نے اپنے حبیب ﷺ کو اپنے دست قدرت میں لیکر اپنے سینے اقدس سے لگایا۔ دوسرے علماء کہتے ہیں' نہیں یہ بہت قریب تر فاصلے کی بات ہے۔ اس طرح کی بات نہیں۔ لیکن یاد رکھو! قران نے بھی تو اللہ کیلئے ید کا لفظ استعمال کیا ہے۔ ید اللہ فوق ایدیھم. اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ جب کوئی ایسا نام اللہ کیلئے لیا جاتا ہے تو اس کا معنی بعید مراد ہوتا ہے۔ ہاتھ پر ہاتھ ہونے سے کیا مراد ہے کہ اُس کی تائید ساتھ ہے۔ تو اللہ کا ہاتھ اور بندے کا ہاتھ ایک جیسا نہیں۔ لفظ ایک جیسے ہیں۔ بندے کیلئے "ید" آئے گا تو یہی ہاتھ مراد ہوگا اللہ کیلئے ید آئے گا تو اس کا دست قدرت مراد ہوگا۔ جیسا اُسے سزاوار ہے' ہم اس کی شکل نہیں بنا سکتے۔ اس طرح قاب قوسین جب اللہ کیلئے استعمال ہوگا تو جیسا اس کی شان کو سزاوار ہے۔ ویسا مفہوم ہوگا لیکن میں اس بات کا قائل ہوں۔ صوفیا اس بات کے قائل ہیں' اہل نظر اس بات کے قائل ہیں' علماء اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ جل شانہ، کا جمال محمد رسول اللہ ﷺ نے شب معراج میں دیکھا اور علماء سارے بھی اس بات پر بھی متفق ہیں کہ میدان حشر میں جو نجات پائیں گے وہ سارے اللہ تعالیٰ کو روبرو دیکھیں گے۔ لوگ میدان حشر میں دیکھیں گے۔ محمد رسول اللہ ﷺ نے شب معراج میں دیکھا۔ اس لئے کہ حضور اللہ کی ذات کے چشم دید گواہ ہیں۔ آپؐ نے جنت کا ملاحظہ فرمایا۔ آپؐ جنت کے چشم دید گواہ ہیں۔ آپؐ نے دوزخ کا ملاحظہ فرمایا۔ شب معراج آپؐ دوزخ کے بھی چشم دید گواہ ہیں۔ اب یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ تم بدکاری کرو گے تو دوزخ میں جاؤ گے۔ پتہ نہیں دوزخ ہے بھی کہ نہیں۔ دوزخ ہے محمد رسول اللہ ﷺ نے بنفس نفیس اس کا مشاہدہ فرمایا تم نے نہیں دیکھا، نہ دیکھو۔ میں نے نہیں دیکھا' نہ دیکھوں' سارا جہان نہ دیکھے محمد رسول اللہ ﷺ نے دیکھا ہے۔ اب کوئی کہے جنت ہے یا نہیں' حضور علیہ السلام نے جنت کا وعدہ تو فرمایا لیکن حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے جنت دیکھی ہاں دیکھی۔ شب معراج معائنہ فرمایا ساری جنت کی آپؐ نے سیر

کی۔ اسی طرح کوئی کہہ دے خدا ہے۔ خدا ہے کیا رسول اللہ ﷺ نے خدا دیکھا آپ کیا کہیں گے؟ کہ آپؐ نے دیکھا نہیں' تو بات تو مشکوک ہو جائے گی۔ اس میں صحیح یہی ہے کہ حضور ﷺ عینی شاہد ہیں۔ جمال الٰہی کے۔ اگر آخرت میں جنتی دیکھیں گے تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام جہاں تشریف لے گئے وہاں تو کسی جنتی کا بھی گزر نہیں۔ آپ ﷺ نے دیکھا تو کسی کو کیا اعتراض ہے؟ بھئی آپ دنیا کی بات وہاں کیوں لگاتے ہیں۔ وہاں کیا دنیا کی تھی۔ جس کا وجود عالی اتنا پاک ہے' اتنا لطیف ہے کہ جہاں جبرائیل امین نہیں جاسکتے جو سارے فرشتوں کا سردار ہے وہاں محمد رسول اللہ ﷺ کا جسد عالی جاسکتا ہے۔ وجودِ پاک جاسکتا ہے وہ بھی آدم علیہ السلام کی اولاد ہے۔ حضور ﷺ بشر ہیں۔ لیکن ان جیسا کوئی دوسرا بشر نہیں...... حضور علیہ الصلوۃ والسلام انسان ہیں ان جیسا کوئی دوسرا نوری فرشتہ نہیں' اُن کی جوتیوں کے صدقے جائیں نوری فرشتے اور بشریت کا کمال یہی ہے کہ بشر ہی نبی اور رسول ہے۔ رب العالمین نے بشریت کو ہی یہ اعزاز بخشا ہے اور وہ بشر ہیں کہ فرشتوں کا سردار مطاع ثم امین۔ جبرائیل امین تمام فرشتوں کے سردار ہیں۔ مطاع ہیں سب ان کی اطاعت کرتے ہیں۔ سدرۃ المنتہیٰ پر جا کر کھڑے ہو گئے۔ کہ یا رسول اللہ ﷺ میرا نوری وجود' میرے نوری پَر اس سے آگے کی تاب نہیں رکھتے آپ تشریف لے گئے جہاں تک اللہ نے چاہا لے گئے۔ ارے یہی وجود اطہر تھا جسے آپ خاکی وجود کہتے ہیں۔ وہی محمد رسول اللہ ﷺ کا وجود تھا لیکن کتنی لطیف خاک تھی خاک کا اثر بھی کتنا لطیف تھا کہ تجلیات باری کی، برداشت کی اس میں سکت تھی۔ جس کے وجود کی خاک پاک اتنی لطیف تھی اس کی نگاہ کریم کتنی لطیف ہوگی اور تیرا میرا عام وجود ہے اس میں بھی ہماری آنکھ کتنی نازک' کتنی شفاف' کتنی لطیف اور کتنی وسیع ہے

جس کا وجود عالی اتنا پاک ہے' اتنا لطیف ہے کہ جہاں جبرائیل امین نہیں جاسکتے جو سارے فرشتوں کا سردار ہے وہاں محمد رسول اللہ ﷺ کا جسد عالی جا سکتا ہے

کہ ہم اس طرح کر کے صرف آنکھ کھولتے ہیں تو آسمان پہ نظر پہنچ جاتی ہے اگر تیری میری آنکھ ایسی ہے تو محمد رسول اللہ ﷺ کی آنکھ کیسی ہوگی اور ہم زمین پر کھڑے ہو کر سورج کو دیکھ رہیں ہیں۔ چاند کو دیکھ رہے ہیں۔ وہ عرش بریں سے بھی کہیں آگے تشریف لے گئے۔ وہاں جا کر کیا دیکھا یہ وہ جانیں اور رب جانے لیکن میرا یہ ایمان ہے کہ حضور ﷺ نے رب العالمین کو بنفس نفیس اپنی چشم مبارک سے دیکھا۔ جب اُس عالم میں یا عالم آخرت میں جائیں گے تو ہر جنتی دیکھے گا حضور تو جنتوں سے بالاتر تشریف لے گئے۔ جنتی جنت میں جاتے ہی سب سے پہلے اللہ کو دیکھیں گے۔ میدان حشر میں دیکھ لیں گے۔ حضور پرنور ﷺ نے واپسی پہ جنتوں کا ملاحظہ فرمایا۔ تو پھر اب کسی کو کیا اعتراض ہے؟ کسی میں نہیں حوصلہ تو نہ مانے۔ ہماری تو ماننا مجبوری ہے کہ کوئی تو چشم دید گواہ ہو۔ اللہ کی ذات کا' کوئی تو چشم دید گواہ ہو جنت کا' کوئی تو چشم دید گواہ ہو دوزخ کا' انبیاء کا تو مقام ہی الگ ہوتا ہے انبیاء کو جنت کا لالچ دینا۔ جنت سے نکالنا یہ دونوں باتیں سرے سے سوچنا ہی غلط ہیں۔

آدم علیٰ نبینا علیہ الصلوۃ والسلام کو پیدا ہی زمین پر رہنے اور زمین سے واپس آ کر جنت میں جانے کیلئے کیا گیا۔ یہ الگ بات کہ انہیں جنت میں رکھا گیا کہ کل ان کی اولاد یہ نہ کہے کہ بابا جی بتاتے تو ہو جنت ہے جنت ہے پتہ نہیں ہے بھی کہ نہیں آپ نے دیکھی وہ فرمائیں گے میں تو وہاں رہا ہوں۔ بھائی دیکھی ہی نہیں میں وہاں پر رہا ہوں۔ میں نے وہاں اللہ کے جلوے دیکھے ہیں۔ وہاں کی نعمتیں دیکھی ہیں۔ وہاں کے مکانوں میں رہا ہوں۔ وہاں کا لباس استعمال کیا ہے۔ بھئی میں تو وہاں رہا ہوں اور واپس وہی جا رہا ہوں۔ تم نے بھی اگر آنا ہے تو اللہ کی اطاعت کرو۔ نافرمانی کرو گے تو نہیں آسکو گے۔ تو جنت میں رکھنے سے مراد یہ تھا کہ وہ جنت کے چشم دید گواہ ہوں۔ اب جو جنت میں رہتا ہے اس سے دوزخ بھی اوجھل نہیں ہوتی۔ قرآن کریم بتاتا ہے کہ کچھ لوگ جنت میں چلے جائیں گے ان کے ہمعصر کچھ دوزخ میں چلے جائیں گے تو کبھی جنتی کھڑے ہو کر دوزخ کی

طرف جھانکیں گے تو انہیں نظر آئے گا فلاں آدمی ہمارا تھا جسے ہم روکتے تھے بُرائی نہ کر۔ وہ دیکھو وہ دوزخ میں پڑا ہے۔ اور اُسے بلا کر کہیں گے۔ کیا اللہ کا وعدہ سچ نہیں تھا تجھے منع نہیں کرتے تھے وہ دوزخ سے جواب دے گا کہ ہاں اللہ کا وعدہ سچا تھا۔ تم ٹھیک کہتے تھے۔ میں نے غلط کیا اب جو ہونا تھا ہو گیا تم جنت میں موج کر رہے ہو میں دوزخ میں جل رہا ہوں۔

ان افیضوا علینا من الماء قرآن بتاتا ہے کہ دوزخی کہیں گے کوئی گھونٹ پانی ہی کا وہاں سے ادھر پھینک دو۔ اوپر سے کھڑے ہو کر اب باتیں کرنے کا کیا فائدہ؟ ہم جو جل رہے ہیں۔ پیاس سے مر رہے ہیں۔ آگ میں بھُن رہے ہیں۔ ان افیضوا علینا من الماء ۔ تو چند قطرے' کوئی ایک ٹک بھر پانی ہماری طرف بھی پھینک دو۔ وہ کہیں گے نہیں' یہ تو اللہ کی جنت ہے وَحَرَّمَهَا عَلَى الْكٰفِرِين ۔ اس نے تو جہنمیوں پر اسے حرام کر دیا۔ ہمارے باپ کی تو نہیں ہے کہ تمہیں دیں۔ اللہ کا مال ہے اُس نے تمہارے لئے منع کر دیا۔ وہ نہیں دینے دیتا۔ تو اگر عام جنتی اور دوزخی دوزخ سے جنت کو دیکھ سکیں گے تو آدم علیہ السلام جب جنت میں مقیم رہے تو آپ علیہ السلام نے دوزخ بھی دیکھ لیا ہو گا۔

انبیاء علیہم السلام کو شاہد بنایا جاتا ہے کہ جب یہ دنیا میں اللہ کے دین کی بات کریں۔ تو سُنی سنائی نہ کریں۔ جنت کی بات کریں تو سُنی سنائی نہ کریں۔ دوزخ کی بات کریں تو سُنی سنائی نہ کریں۔ یہ لوگ جو جنت میں ہیں جو مومن ہے وہ تو کہے گا کہ اللہ کا نبی ہے۔ وہی بات کہہ رہا ہے جو اُسے اللہ نے بتائی ہے۔ لیکن کافر اس کو مانے گا جو اللہ کو ہی نہیں مانتا۔ کافر تو یہ سوال کرے گا جنت جنت کر رہا ہے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنت دیکھی ہے۔ دوزخ دوزخ سے ہمیں ڈرا رہے ہو۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دوزخ دیکھا ہے۔ نبی تو جنت کا بھی ملاحظہ فرما

میرا یہ ایمان ھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رب العالمین کو بنفس نفیس اپنی چشم مبارک سے دیکھا

لیتا ہے دوزخ بھی اُس پر کھول دیا جاتا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام کی بات قرآن کریم میں موجود ہے۔ وَكَذٰلِكَ نُرِي اِبراهيم مَلَكُوتَ السَّمٰوٰت والارض. ہم نے زمینوں و آسمانوں کی ساری خُدائی کھول کر ابراہیم علیہ السلام کے سامنے رکھ دی۔ اُنہیں دکھا دیا یہ دوزخ ہے' یہ جنت ہے' یہ قرب ہے' یہ بُعد ہے' یہ عذاب ہے' یہ ثواب ہے' یہاں بارش برستی ہے' یہاں بادل بنتے ہیں' یہاں یہ نظام ہے' یہاں لوح محفوظ ہے' فلاں نظام یہ ہے' وہ ہے' نُرِی ابراهيم ملكوت السمٰوت والارض۔ زمینوں آسمانوں کی سلطنتیں کھول کر ابراہیم علیہ السلام کو دکھا دیں۔ اُس کی اپنی مرضی۔

تو آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو جنت سے نکالا نہیں گیا زمین پر اُتارا گیا پھر وہ توبہ کیوں کرتے رہے؟ روتے کیوں رہے؟ یہ بات ہر کسی کی سمجھ میں نہیں آتی۔ کیا کہیں کسی کتاب میں ملتا ہے کہ اُن سے نبوت چھینی گئی تھی۔ کسی نے آج تک کہا ہے کہ اُن سے نبوت چھین لی گئی تھی ہرگز نہیں' وہ تو نبی تھے۔ نبی سے نبوت چھینی ہی نہیں جاتی' نبوت وہبی ہوتی ہے اور وہبی وہ چیز ہوتی ہے جو اگلے کی ملکیت بنا دی جائے اُس سے جُدا نہ ہو۔ ہبہ جو ہوتا ہے مرہوب لہ، کی ملکیت بن جاتا ہے آپ زمین ہبہ کرتے ہیں۔ کسی کو دیتے ہیں پھر واپس لے لیتے ہیں نہیں لے سکتے' اُس کی ملکیت بن جاتی ہے۔

نبوت وہبی ہوتی ہے۔ صفت بن جاتی ہے نبی کی، اُس سے جُدا نہیں ہوتی اور ولایت کسبی ہوتی ہے محنت کر کے بندہ ولی بنتا ہے اگر غلطی کرے تو ولایت چھن جاتی ہے۔ نبوت چھنتی نہیں تو پھر نکالا گیا کا کیا مطلب ہوا؟ وہ تو اللہ کے نبی تھے۔ زمین پر آئے روتے کیوں تھے؟ یہ جاننے کیلئے آپ کو محبت کرنی پڑے گی۔ اللہ سے عشق کرنا پڑے گا۔

سیاست دانوں سے پوچھو جن کو حکومت میں وزارتیں نہیں مل رہیں کتنے چیخ رہے ہیں۔ کیوں چیخ رہے ہیں؟ اپوزیشن میں ان کو گاڑیاں بھی ملی ہوئی ہیں' ٹی۔اے۔ڈی۔اے

بھی ملتا ہے۔ آج تک اسمبلی میں بیٹھ کر کروڑوں روپے لے چکے ہیں۔ تھانے والے بھی عزت کرتے ہیں۔ ڈی۔سی بھی اٹھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ منسٹر جہاں جاتے ہیں پھر یہ چیختے آج بیان دے رہے تھے کہ ہم اسلام آباد پر چڑھائی کر دیں گے۔ کیوں؟ انہیں اقتدار سے محبت ہے، عشق ہے۔ ان کے پاس دولت بھی آ گئی۔ ان کے پاس عزت بھی آ گئی لیکن ابھی انہیں اقتدار تو نہیں ملا۔ اس کیلئے تڑپ رہے ہیں۔ اگر آپ کو بھی کسی چیز سے محبت ہے تو سمجھ آ جائے گی اور پھر جس کو اللہ سے عشق ہو، اس میں ذرا سا بال بھی آ جائے، اس میں ذرا سا اندیشہ بھی ہو کہ میری یہ بات میرے محبوب کو اچھی نہیں لگی۔ تو وہ روئے گا نہیں، تو کیا کرے گا؟ آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اگر روتے تھے تو عشق الٰہی میں روتے تھے۔ آدم علیہ السلام میری اور آپ کی طرح کوئی ڈاکہ کر کے نہیں روتے تھے کہ میں نے ڈاکہ کر لیا غلطی کی۔ ہم تو ڈاکہ کر کے بھی فخر کرتے ہیں کہ میں نے اتنے ڈاکے مارے۔ میرا کسی نے کیا بگاڑا۔ اب میں نے اتنے قتل کر دیئے میرا کسی نے کیا بگاڑ لیا۔

جہاں عشق ہوتا ہے، جہاں محبت ہوتی ہے، وہاں ایک بال بھی آ جائے تو دُکھ دیتا ہے اگر روتے تھے تو عشق الٰہی میں روتے تھے۔ اگر روتے تھے تو اس بات پہ روتے تھے کہ اللہ ناراض نہیں ہوا۔ اللہ نے مجھ سے نبوت نہیں واپس لی۔ اللہ کا مجھ پر وہی انعام ہے لیکن میں نے جس سے اللہ نے روکا تھا وہ کیوں کھایا؟ اور تین سو سال روتے رہے، ایک دن، ایک گھنٹہ، ایک پہر نہیں تین سو سال روتے رہے۔ جب جنت سے اُتارا گیا تو مائی صاحبہ میدان عرفات میں اُتریں اُسے عرفات کہتے ہی اس لئے ہیں جس پہاڑی پر وہ اونچا سا مینار بنا ہوا ہے مائی صاحبہ نے وہاں جھونپڑی سی ڈال لی۔ رہنا شروع کر دیا اور آدم علیہ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام جزائر لنکا میں اُترے تھے۔ چلتے چلتے اللہ کو یاد کرتے،

جس کو اللہ سے عشق ہو، اس میں ذرا سا بال آجائے تو وہ روئے گا نہیں، تو کیا کرے گا؟

آنسو بہاتے دُکھ اور حزن اٹھاتے، لنکا سے چل کے ہندوستان سے گزرتے ہوئے عرب شریف، میدان عرفات میں پہنچے تو مائی صاحبہ سے ملاقات ہو گئی اور اس میں تین سو سال لگے اور تین سو سال روتے رہے۔ اور فرماتے رہے۔

رَبِّ انی ظلمت نفسی ظلماً کثیرا۔ یا اللہ میں نے اپنے آپ پر بڑا ظلم کیا۔ اور اب یہ قرآن کی آیت ہے اس سے اسم فاعل بنا کر کوئی نبی کو ظالم کہے تو کہنے والا کافر ہو جائے گا۔ آدم علیہ السلام نبی ہیں۔ خود کہہ رہے ہیں رَبِّ انی ظلمت نفسی ظلماً کثیرا۔ اے اللہ میں نے اپنی ذات پر بہت بڑا ظلم کیا۔ لیکن کوئی کہے کہ آدم علیہ السلام ظالم تھے تو کہنے والا کافر ہو جائے گا۔

حضرت یونس علیہ السلام نے کہ لا الہ الا انت سبحنک انی کنت من الظلمین۔ یا اللہ تو پاک ہے تیرے بغیر کوئی معبود نہیں اور میں بڑا ظالم تھا میں نے ظلم کیا۔ انی کنت من الظلمین۔ میں ظالموں میں سے تھا۔ وہ خود کو ظالم کہہ رہے ہیں لیکن میں آپ یا کوئی بندہ یونس علیہ السلام کو ظالم کہنے والا کافر ہو جائے گا۔ اس لئے کہ نبی اور رب کی جو آپس کی بات ہے وہ نبی جانے اور رب جانے۔ ماؤشما اُس میں دخل نہیں دے سکتے۔ نبی نبی ہے۔ اُس کا رسول ہے، اُس کا حبیب ہے، اُس کا نبی ہے اُس نے اپنی نبوت جسے عطا کی اب کوئی ماؤشما اٹھ کر بات کرنے لگ جائے۔ بھئی نبی کی اور رب کی اپنی بات ہے نبی جانے نبی کا رب جانے تم کون ہو؟ یہ کہاں کا تصور ہے کہ آدم علیہ السلام کو جنت سے نکال دیا گیا۔ نکال نہیں دیا گیا زمین پر اُتارا گیا۔ تجربہ ہو گیا کہ زمین پر پھر یہ شیطان قسمیں کھائے تو اس پر اعتبار مت کیجئے گا یہ بہت بدمعاش ہے۔

اللہ نے اسے فرشتوں کا معلم بھی بنا دیا اور آسمانوں پر بھی پہنچنے کی بھی اجازت دے دی۔ لیکن جب کافر ہوا تو قرآن میں فرمایا۔ کان من الکفرین۔ یہ کافروں میں تھا۔ کافر ہی تھا، مسلمان تھا ہی نہیں ظاہر اب ہوا۔ اللہ کے علم میں تو شروع سے تھا۔ اللہ کو پتہ تھا کہ اس نے

آخرایک دن کافر ہونا ہے لیکن نتائج مرتب فرماتا رہا۔ وہ نیکی کرتا رہا اُس پہ نتائج مرتب کرتا رہا۔ جب اُس کی اپنے کرتوتوں سے اُس کا اندر کُھلا تو اُس پر کفر آ گیا۔ خدا نے زبردستی مسلط نہیں کی لیکن یہ بتا دیا کَانَ تو ماضی کے لئے استعمال ہوتا ہے یہاں ترجمے کرتے ہیں کافروں میں سے ہو گیا۔ کان تو ماضی کا صیغہ ہے۔ تھا ہی کافروں میں سے کیوں نہیں ترجمہ کرتے۔ ہم روزمرہ دیکھتے ہیں کتنے لوگ ہوتے ہیں جو اللہ اللہ کرتے ہیں۔ اہل اللہ کے ساتھ رہتے ہیں۔ عبادتیں کرتے ہیں اور ایک وقت آتا ہے کہ الگ ہو کر اُن پر فتوے لگانا شروع کر دیتے ہیں اور ہر ولی کے ساتھ ہوتا ہے۔

مجدد الف ثانیؒ کے کابلی مولوی مرید تھے انہوں نے الگ ہو کر شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ پر کفر کے فتوے لگائے۔ وہ تھے ہی اندر سے کھوٹے۔ جب تک اُن کے ساتھ رہے۔ اللہ بھی بے نیاز ہے اُن کی تجلیات اور اُن کے دل کے انوارات اُن کے دل میں بھی ڈالتا رہا۔ جب انہوں نے اپنا آپ ظاہر کیا تو اُس نے ہر چیز سلب کر لی اور دھتکار دیا۔ جس طرح شیطان جب تک سجدے کرتا رہا۔ وہ وہاں فرشتوں میں سردار بن کے بیٹھا رہا۔ جب بات کھولی تو اپنی جگہ پا گیا اور اللہ نے فرمایا کہ مجھے تو پتہ تھا کہ یہ کافر ہے کان من الکٰفرین. تھا ہی کافروں میں سے۔

تو میرے بھائی آدم علیہ السلام کو زمین پر اُتارا گیا اس لئے کہ پیدا ہی زمین کے لئے فرمایا گیا تھا۔ نسل آدم علیہ السلام نے زمین پر ہی بڑھنا تھا۔ اُس میں نبی مبعوث ہونے تھے۔ اُس میں فرعون بھی ہونے تھے' شداد اور نمرود نے بھی ہونا تھا۔ اُس میں ابراہیم اور اسمٰعیل علیہ السلام نے بھی ہونا تھا۔ یعقوب اور اسحاق علیہ السلام نے بھی ہونا تھا۔ اُس میں عیسیٰ علیہ السلام نے بھی ہونا تھا اور اُن یہودیوں نے بھی ہونا تھا جو اُن کے قتل کے درپے تھے۔ اُس میں میں نے

ہم نے زمینوں و آسمانوں کی ساری خدائی کھول کر ابراھیم علیہ السلام کے سامنے رکھ دی

آپ نے بھی ہونا تھا اور اُس میں محمد رسول اللہ ﷺ نے بھی ہونا تھا۔ آپ ﷺ کے جاں نثاروں نے ابوبکر و عمرؓ نے اُس میں ایسے لوگوں نے بھی ہونا تھا جنہیں اللہ نے کہنا تھا۔ کہ آؤ دیکھو بدر میں تم کہتے تھے کہ کیسی مخلوق پیدا کر رہا ہے؟ دیکھو ان کو میرے کیسے بندے ہیں اور کیسے جاں نثار ہیں کہ تہی دامن' تہی دست' لشکر جرار کے سامنے سینہ سپر ہیں صرف میری رضا کیلئے اب جاؤ فرشتو اُن کی جگہ جا کر لڑو۔ جاؤ اُن کا کام جا کر کرو۔ تم ہی کہتے تھے نا کہ کیسے لوگ پیدا کر رہا ہے تو جاؤ اب اُن کی خدمت کرو۔

تو فلاسفی یہ نہیں ہے کہ انہیں جنت سے نکالا گیا۔ پھر کہا توبہ کرو تو جنت کا لالچ دیا گیا۔ یہ سراسر باطل ہے۔ شاعرانہ تصور ہے۔ ایمان یہ ہے عقیدہ یہ ہے کہ انہیں پیدا ہی زمین کے لئے فرمایا گیا۔ زمین پر اُتارا گیا شیطان کے دھوکا دہی کی واردات اُن کے ساتھ وہاں ہو گئی اور اللہ نے روکا نہیں کہ انہیں تجربہ ہو جائے۔ فرمایا دیکھا یہ کس طرح بدمعاشی کرتا ہے۔ اب زمین پر ٹکڑے رہنا پھر انہوں نے دوسری دفعہ تو اُس سے دھوکہ نہیں کھایا۔ وہی تجربہ ہی رہا۔ تو پھر تب سے اب تک شیطان اور انسان کا مقابلہ جاری ہے۔ جنت کا لالچ انہیں کس نے دینا تھا وہ تو قطعی جنتی تھے۔ اللہ کے نبی تھے۔ جنتیوں کے سردار تھے اور کسی عامی کو بھی جنت کا لالچ نہیں دیا جاتا۔ جنت ایک رہائش گاہ ہے۔ جنت مخلوق ہے۔ اللہ نے بنائی ہے۔ مخلوق کی پوجا کی اجازت اسلام نہیں دیتا۔ اللہ کی رضا کیلئے ہر بندہ محنت کرتا ہے۔ اور جو اللہ کا بندہ ہو گا جنت اس کی رہائش گاہ ہو گی۔ میرے خیال میں سوال والے بھائی کو بھی سمجھ جانا چاہئے اور اگر یہی سوال آپ عام دوستوں کے دلوں میں ہے تو انہیں بھی سمجھ جانا چاہئے۔ یہ ایسی بات نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے اور ان باریکیوں کی سمجھ تب آتی ہے جب دل میں عشق جلوہ گر ہو۔ عشق محمد ﷺ عشق الٰہی، طلب الٰہی' وصال الٰہی کی آرزو ہو اور اس میں کوئی چھوٹی سی دراڑ بھی آ جائے تو دل پہ کتنی چوٹ لگتی ہے۔ پھر سمجھ آتی ہے کہ آدم علیہ السلام کیوں روتے ہیں؟ اور بغیر محبت کے اس کی سمجھ نہیں آتی۔

اللہ کریم اپنی سچی محبت' صحیح ایمان اور خلوص کی دولت عطا فرمائے۔ آمین

تاثیرِ محبت

آپ ﷺ کا ذکر خیر افضل ترین عبادت ہے۔ آپ ﷺ کے معجزات کا بیان عبادت ہے۔ آپ کے اخلاق کریمانہ کا بیان عبادت ہے۔ آپ کی ہر صفت کا بیان عبادت ہے۔ وہ اپنی جگہ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس ساری کہانی میں' اس سارے قصے میں' اس ساری عبادت میں' ان سارے اذکار میں' ان ساری محافل میں' ان سارے اجلاس میں ہمارے دل میں کیا آیا چونکہ معرفت پیامبر ﷺ بنیاد ہے معرفت الٰہی کی۔ جتنا جتنا کوئی بارگاہ نبوی سے آگاہ ہوتا جائے گا۔ اتنا اتنا عظمت الٰہی سے بھی آشنا ہوتا چلا جائے گا۔

مولانا محمد اکرم اعوان
دارالعرفان منارہ' ضلع چکوال 9-5-2003

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیمo

وَاِذاَخَذرَبُّکَ مِن بَنی اٰدَمَ مِنْ ظُھُورِھِمْ ذُرِّیَّتَھُمْ وَاَشْھَدَ ھُمْ عَلٰی اَنْفُسِھِمْ ج اَلَسْتُ بِرَبِّکُم ط قَالُوْا بَلٰی ج شَھِدْنَا ج اَنْ تَقُولُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِنَّا کُنَّا عَنْ ھٰذَا غٰفِلِیْنَo اَوْتَقُولُوْا اِنَّمَآ اَشْرَکَ اٰبَائُونَا مِنْ قَبْلُ وَکُنَّا ذُرِّیَّۃً مِّنْ بَعْدِھِمْ ج اَفَتُھْلِکُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَo وَکَذٰلِکَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ وَلَعَلَّھُمْ یَرْجِعُوْنَo

نویں پارے میں سوۃ الاعراف کی یہ آیت مبارکہ ایک ایسی عجیب داستان دہرا رہی ہے۔ ایک ایسا عجیب واقعہ ارشاد فرما رہی ہے۔ جس تک عقل انسانی کی رسائی ممکن نہیں ہے اور اس میں رائی برابر شک نہیں کہ یہ حق ہے اس لئے کہ اللہ کریم فرما رہا ہے۔ لہذا یہ حق ہے اللہ کی کتاب میں موجود ہے۔ فرمایا۔

وہ وقت یاد کرو جب تمہارے رب نے تمام اولاد آدم کی پشتوں سے اُن کی اولادوں کو نکال کھڑا کیا اور پھر اُن سے پوچھا۔ اَلَسْتُ بِرَبِّکُم o کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ تمہیں پیدا کرنے والا' تمہیں پالنے والا' تمہیں نعمتیں عطا کرنے والا' تمہاری ہر ضرورت پوری کرنے والا۔ قَالُوْ بَلٰی شَھِدْنَا ج سب نے کہا کہ بیشک تو ہی ہمارا رب ہے اور ہم سب اس پر گواہ ہیں۔ فرمایا اُس وقت اس لئے یہ اقرار کرایا گیا۔ اَنْ تَقُولُوْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِنَّا کُنَّا عَنْ ھٰذَا غٰفِلِیْنَ o ایسا نہ ہو کہ روز حشر تم کہو کہ ہمیں تو یہ بات یاد ہی نہیں تھی یا یہ کہو۔

اِنَّمَا اَشْرَکَ اٰبَآءُنَا مِنْ قَبْلُ ۔ کہ ہم نے تو آنکھ کھولی تو ہمارے باپ دادا شرک میں مبتلا تھے۔ وَکُنَّا ذُرِّیَّۃً مِّنْ بَعْدِھِمْ o ہم اُن کی گود میں پلے اُن کی اولاد تھے تو وہی اختیار کرلیا اَفَتُھْلِکُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ o اب یہ غلطی تو ان کی تھی۔ اور آپ عذاب ہمیں دینا چاہتے ہیں۔ فرمایا یہ بہانے نہیں چلیں گے۔ وَکَذٰلِکَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ وَلَعَلَّھُم یَرْجِعُوْنَ o اس طرح سے ہم باتیں کھول کر بیان کرتے ہیں۔ اس لئے کہ لوگ اللہ کی طرف رجوع کر سکیں۔ لوگ گناہ سے' کفر سے' شرک سے واپس آ سکیں۔ اب یہ ایک ایسی بات ہے جو واقعی ہوئی ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ قرآن کریم کا ہر حرف سچا ہے لیکن ہم میں ایسا کوئی بھی نہیں جسے یہ واقعہ یاد ہو۔ کہاں عالم ارواح کی بات ہے۔ ابھی آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام بھی زمین پہ تشریف نہیں لائے تھے۔ تو تمام ارواح کو جمع کر کے یہ عہد لیا گیا۔ اب اُس عہد کو اس عملی زندگی میں یاد کرنے کی صلاحیت کس میں ہوگی۔ یہاں تو عالم یہ ہے کہ شام کا کھایا صبح کسی کو یاد نہیں ہوتا

بعثت انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا مقصد اولین یہی ہوتا ہے کہ بندے کا تعلق رب جلیل کے ساتھ جوڑے اور ایسا جوڑے کہ یہ سارے عہد' سارے زمانے' ساری باتیں' اس کے دل میں اُسکی نگاہوں میں گھوم جائیں۔ تازہ ہو جائیں اور یہی کمال ہوتا ہے۔ اللہ کے نبی اور رسول کا کہ جس قوم کی طرف وہ مبعوث ہوتا ہے اُسے یہ قوت دی جاتی ہے کہ وہ پوری قوم اگر اسکا اتباع اختیار کرے تو پوری قوم کے قلوب کو وہ نور اور وہ روشنی عطا کر دے۔ آقائے نامدار ﷺ چونکہ ساری انسانیت کی طرف مبعوث ہوئے اور

سارے جہانوں کیلئے' عالمین کیلئے' اللہ کی رحمت مبعوث ہوئے ۔ لہذا سارے زمانے کو' سارے جہانوں کو' سارے عالموں کو' اگر یہ قوت نصیب ہونا ہو اور وہ حضور ﷺ کی اطاعت کرلیں تو یہ اللہ کی دی ہوئی قوت ہے۔ آقائے نامدار ﷺ میں کہ ایک ایک متنفس کو وہ عہد الست بھی یاد کرا دیں۔ قرب الٰہی کی لذتوں سے روشناس کردیں اور دو عالم کے حقوق آشکارا فرما دیں۔ اب اس عالی مرتبے کے ساتھ ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ برکات نبوی علی صاحبھا الصلوۃ والسلام میں سے ہمارے سینے میں کیا پہنچا؟ ہمارے دلوں میں کیا پہنچا؟ ہمارے دماغ میں' ہماری یاد داشت میں' ہمارے علوم میں' ہمارے جاننے میں' کیا اضافہ ہوا؟ اگر تو عہد الست ہمیں آج کے واقعہ کی طرح آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ اگر تو ہمیں یہ یقین ہو گیا کہ میرا رب سوائے اللہ کے کوئی نہیں۔ میری حاجات وہی پوری کرے گا۔ مجھے زندگی دینے والا بھی وہی ہے۔ میری صحت کا رکھوالا بھی وہی ہے۔ میری ضرورتوں کے پورا کرنے والا بھی وہی ہے۔ مجھ سے تکالیف اور مصائب دور کرنے والا' میری ہر حاجت کو پورا کرنا اسی کا کام ہے اور میں اس کے سوا کسی کے سامنے اس غرض سے نہیں جھک سکتا کہ یہ میری حاجتیں پوری کرے گا۔ یا یہ میری تکالیف دور کرے گا۔ اگر تو یہ یقین حاصل ہو گیا تو یقیناً یہ برکات ہیں۔ آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی اور ہمیں ان میں سے اپنا حصہ نصیب ہو گا اور اگر یہ نعمت ہم حاصل نہیں کر سکے تو پھر محض ڈھول بجانے' جلوس نکالنے' دیگیں پکانے' شور شرابا کرنے سے' یہ بات نہیں بنے گی۔ آپ ﷺ کا ذکر خیر افضل ترین عبادت ہے۔ آپ ﷺ کے معجزات کا بیان عبادت ہے۔ آپ کے اخلاق کریمانہ کا بیان عبادت ہے۔ آپ کی ہر صفت کا بیان عبادت ہے۔ وہ اپنی جگہ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس ساری کہانی میں' اس سارے قصے میں' اس ساری عبادت میں' ان سارے اذکار میں' ان ساری محافل میں' ان سارے اجلاس میں ہمارے دل میں کیا آیا چونکہ معرفت پیامبر ﷺ بنیاد ہے معرفت الٰہی کی۔ جتنا جتنا کوئی بارگاہ نبوی سے آگاہ ہوتا جائے گا۔ اتنا اتنا عظمت الٰہی سے بھی آشنا ہوتا چلا جائے گا۔ اللہ کریم نے اپنی معرفت کا زینہ ہی یہ بتایا ہے۔ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ. اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسول ﷺ کو بھیجا ہدایت کے ساتھ اور دین حق کے ساتھ بالھدیٰ ودین الحق ھدیٰ عربی میں بڑا وسیع المعانی لفظ ہے ھدیٰ اور ہدایت کا معنی یہ ہے کہ کسی بھی کام کو کرنے کا صحیح طریقہ ہدایت کہلاتا ہے اللہ کو ماننے کا صحیح انداز ہدایت ہے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو ماننے کا صحیح طریقہ ہدایت ہے۔ ہر کام کو سنت کے مطابق صحیح کرنے کا' جائز طریقے سے کرنے کا' طریقہ ہدایت ہے۔ اسی طرح عملی زندگی میں ہے جو کام صحیح طریقے سے ہم کرتے ہیں۔ صحیح طریقے سے کاروبار کرنا ہدایت ہے۔ صحیح طریقے سے معاملات کرنا ہدایت ہے۔ صحیح اخلاقیات کے حدود کے اندر رہنا ہدایت ہے۔ زندگی کا ہر کام ہدایت بن جاتا ہے۔ جب اُس پر آقائے نامدار ﷺ کی غلامی مہر لگ جائے وہ کام گمراہی بن جاتا ہے جو حضور ﷺ کے احکام کے خلاف ہو۔ آپ ﷺ کی سنت کے خلاف ہو۔ آپ کے بتائے ہوئے طریقے کے خلاف ہو۔ اتنی بڑی قید کہ زندگی کا کوئی کام بھی آپ ﷺ کے طریقے کے سوا نہ کیا جائے۔ کھانا' پینا' سونا' جاگنا' میل ملاقات' معاملات' کاروبار' لین دین' زندگی تو ایک بڑا لق ودق صحرا ہے زندگی کے خاتمے کا کوئی بھروسہ نہیں اگلے ہی لمحے نابود ہو سکتی ہے لیکن جب تک ہے۔ آدمی کو اتنی طویل لگتی ہے۔ اتنی مشکل لگتی ہے' اتنی کٹھن لگتی ہے' قدم قدم پر ہزاروں امتحان ہیں' آزمائشیں ہیں' قدم قدم پر عمیق غاریں ہیں' قدم قدم پر اژدھے بیٹھے ہیں' قدم قدم پر دھوکہ ہے' قدم قدم پر ظلم ہے' بندہ قدم قدم پر حادثات کا شکار ہونے کو تیار ہے تو اس قدر لق ودق صحرا میں جو خطرات سے پُر ہو کس طرح اتنی سلامت روی سے چلا جا سکتا ہے۔ علامہ مرحوم نے ایک شعر

بعثت انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا مقصد اولین یہی ہوتا ہے کہ بندے کا تعلق رب جلیل کے ساتھ جوڑے اور ایسا جوڑے کہ سارے عہد' سارے زمانے' ساری باتیں' اسکے دل میں اُسکی نگاہوں میں گھوم جائیں۔

میں اسکا سلیقہ سکھایا۔

کسی یکجائی سے اب عہد غلامی کر لو
ملت احمد مُرسل کو مقامی کر لو

کہ تم صرف اپنے آپ کے ساتھ کہ میں وہ کروں گا۔ جس کے کرنے کا سلیقہ اور طریقہ حضورﷺ بتائیں۔ جو زندگی ایک دشوار ترین معاملہ نظر آتی ہے، جو زندگی ایک بہت مشکل راہ گزار نظر آتی ہے، جو زندگی ایک لق ودق صحرا نظر آتی ہے، یہی زندگی آپ کو گل وگلستان نظر آئے گی۔ یہی زندگی بہار آفرین بن جائے گی۔ یہی زندگی دلکش اور دلربا بن جائے گی۔ تمام مصائب آپکے راستے سے ہٹتے چلے جائیں گے اور آپ تو سمجھیں گے کہ زندگی تو پھولوں کی سیج ہے، زندگی تو ایک ایسی روش ہے کہ جس پہ ہر قدم پھولوں پہ پڑتا ہے۔ دوسری طرف بہاریں ہی بہاریں ہیں۔ گلستان ہی گلستان ہیں اور ہر قدم پھولوں پہ پڑتا ہے۔ لیکن کتنا بدنصیب ہے انسان کہ ان بہار آفرینیوں کو چھوڑ کر لق ودق صحراؤں کا راہی بنتا ہے اور مسافر بنتا ہے کیسی عجیب بات ہے ایسا کیوں ہوتا ہے؟ آخر ایسا کیوں ہوتا ہے؟ اسلئے کہ ہم اپنی عقل پہ اعتبار کرتے ہیں۔ خود کو دانا سمجھتے ہیں۔ اگرچہ ہم کچھ نہیں جانتے حقیقت یہ ہے کہ ہم اپنی ذات، اپنے وجود، کے بارے بھی نہیں جانتے۔ اگر جانتے ہوتے تو ایک ذراسی بیماری میں طبیب اور ڈاکٹر کے پاس کیوں جاتے؟ ہمیں پتہ ہوتا میرے وجود میں کہاں کیا نقص ہے؟ ہم اُسے دور کر دیتے اُسے دور کیسے کرنا ہے وجود ہمارا ہے۔ اب اُس کی اصلاح کیلئے ہم ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں۔ وہ ڈاکٹر ہمیں کہتا ہے کہ آپ کو تو جی کاٹنا پڑے گا۔ آپ کا سینہ چاک کرنا پڑے گا۔ آپ کے دل کا آپریشن کرنا پڑے گا۔ تو ہم پلے سے لاکھوں روپے بھی دیتے ہیں اور اسکی منت بھی کرتے ہیں کہ خدا کیلئے میرا سینہ چاک کر دو۔ میرا دل مرمت کرو، کیوں؟ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ جانتا ہے ہم نہیں جانتے۔

روزمرہ کے اُمور میں ہم سے اپنے

کسی بھی کام کو کرنے کا صحیح طریقہ ہدایت کہلاتا ہے اللہ کو ماننے کا صحیح انداز ہدایت ہے نبی علیہ الصلوۃ والسلام [illegible] صحیح طریقہ ہدایت [illegible]

کپڑے نہیں سیئے جاتے، ہم درزی کے پاس جاتے ہیں۔ ہمیں پتہ ہے کہ یہ جانتا ہے ہم نہیں جانتے۔ ہم سے اپنا جوتا نہیں بنایا جاتا۔ ہم موچی کے پاس یا جوتے والے کے پاس جاتے ہیں۔ ہمیں پتہ ہے یہ بنا سکتا ہے۔ ہم بنانا نہیں جانتے زندگی کے ہر شعبے میں ہم اُس شعبے کے آدمی کے پاس جاتے ہیں۔ ایک ذراسی دیوار مرمت کرنی ہو تو مستری تلاش کرتے ہیں۔ گھر بنانا ہو تو مستری اور مزدوروں کی خدمات مستعار لیتے ہیں۔ مقدمہ لڑنا ہو فیس وکیل کو دیتے ہیں کہ میری طرف سے تم بات کرو۔ کیوں وہ قانونی موشگافیاں جانتا ہے ہم نہیں جانتے یعنی زندگی کے ہر پہلو میں ہم نادان ہیں لیکن جب پہلو آتا ہے اللہ اور بندے کے تعلق کا تو سب مفتی بن جاتے ہیں۔ سب کہتے ہیں میں خود جانتا ہوں۔ کوئی کچھ بھی نہیں جانتا۔ صرف محمد رسول اللہﷺ جانتے ہیں۔ بندہ کیا ہے؟ رب العالمین کی شان کیا ہے؟ بندگی کے آداب کیا ہیں؟ اور عظمت الوہیت کیا ہے؟ بندے کو کس طرح رہنا ہے؟ اور اللہ کے کرم کے انداز کیا ہیں؟ یہ موضوع ہے آقائے نامدارﷺ کا اور جتنا جسکا تعلق نبی کریمﷺ سے ہو جائے، جتنی جس کو محبت ہو جائے۔

محبت کیوں ہوتی ہے؟ اور کیا ہوتی ہے؟

یہ ایک ایسا سوال ہے جس پہ انسانوں کو بحث کرتے زمانے گزر گئے۔ اس کی تشریحیں لکھتے لیکن حتمی بات کوئی کر نہیں سکا۔ محبت کیا ہے؟ تاثیر محبت کس کو کہتے ہیں؟

محبت کیا ہے تاثیر محبت کس کو کہتے ہیں
تیرا مجبور کر دینا میرا مجبور ہو جانا

کسی شاعر نے ایک شرح کی کہ محبت کیا ہے؟ کہ محبوب کے سامنے محبت کرنے والا بے بس ہو جاتا ہے۔ بے اختیار ہو جاتا ہے اور وہی کرتا ہے جو محبوب کی رضا ہوتی ہے، جس میں اس کی خوشی ہوتی ہے۔ اس میں اسے مرنا پڑے، جلنا پڑے، گھر لٹانا پڑے، عزت گنوانا پڑے، ہر شے لٹا دیتا ہے لیکن محبوب کی رضا چاہتا ہے۔ یہ محبت ہوتی ہے ایک جذبہ، ایک کیفیت، جو بندے کے اختیارات سلب کر لیتی ہے۔ اور یہی تو جھگڑا ہے

کہ ہم اپنے اختیارات خود استعمال کرنا چاہتے ہیں ہم ہر بات خود جانتے ہیں ' ہم خود سمجھتے ہیں۔ ہم ہر کام' اپنی عقل سے' اپنی رائے سے' اپنی پسند سے' کرنا چاہتے ہیں۔ جبکہ محبت کا تقاضا یہ ہے کہ تمہاری پسند تو ختم ہوگئی جب تم نے محبت کا دعویٰ کیا۔ تمہاری پسند ختم ہو گئی۔ اب پسند محبوب کی ہے وہ کیا چاہتا ہے؟

سیدنا ابراہیم علی نبینا علیہ الصلوۃ والسلام کو نمرود نے آگ میں ڈلوانا چاہا۔ ابلیس نے اسے مشورہ دیا کہ بہت بڑا الاؤ بنوایا جائے۔ میلوں تک لکڑی جمع کی گئی۔ اس میں آگ لگا دی گئی۔ اب اس کے قریب کوئی نہیں جا سکتا تھا۔ پھر بہت بڑے بڑے مینار بنائے گئے۔ ان میں پینگھ کے جھولے کی طرح سے رسے باندھے گئے۔ اس میں ایک پنگھوڑا اس طرح سے باندھا گیا تا کہ جب اُسے جھولا دیا جائے تو وہ کھل جائے اور آگ کے درمیان جا گرے۔ سیدنا ابراہیم خلیل اللہ کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اس میں ڈال دیا گیا اور بندے اب تیار ہو گئے کہ اُسے زور سے ہلایا جائے اور گانٹھیں ایسی ہیں کہ جب یہ سمجھیں کہ اب پورے جوبن پر ہے تو وہ کوئی ایک رسی کھینچ کر گانٹھیں کھل جائیں اور سیدنا ابراہیم خلیل اللہ آگ کے درمیان جا گریں۔ جب جھولے میں ڈال چکے تو مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ ملائکہ نے جبرائیل امین سے عرض کیا کہ تو قاصد ہے بارگاہ الوہیت کا۔ تمام فرشتوں کا سردار ہے۔ خلیل اللہ بے حال ہم سے دیکھا نہیں جاتا' برداشت نہیں ہو سکتا۔ بارگاہ الوہیت سے اجازت لے دے۔ ہم کافروں کو تباہ کر دیں۔ اٹھا کر آگ میں پھینک دیں۔ یا کم از کم ہم اللہ کے خلیل کو وہاں سے اٹھا لیں۔ یا آگ بجھا دیں کہ کچھ تو ہمیں اجازت ہو۔ انہوں نے بارگاہ الوہیت میں دعا کی۔ جواب آیا کہ جو چاہو کرو لیکن ابراہیم علیہ السلام سے جا کر پوچھ لو۔ جسے امتحان درپیش ہے۔ جسے آگ میں پھینکنے لگے ہیں۔ اس سے

زندگی کے ہر پہلو میں ہم نادان ہیں لیکن جب پہلو آتا ہے اللہ اور بندے کے تعلق کا تو سب مفتی بن جاتے ہیں سب کہتے ہیں میں خود جانتا ہوں۔ کوئی کچھ بھی نہیں جانتا۔

بات کرو۔ میری طرف سے اجازت ہے جبرائیل امین حاضر ہوئے یا خلیل اللہ حکم دیجئے آگ ٹھنڈی کر دیں' بجھا دیں' حکم دیجئے اس پر بارش برسا دیں' آپ حکم دیجئے کفار کو تباہ کر دیں۔ ہم کچھ نہیں تو کم از کم آگ کو اٹھا لیں۔ انہوں نے فرمایا تم کو کس نے کہا؟ مجھے سب فرشتوں نے کہا۔ میں نے بارگاہ الوہیت میں عرض کی۔ اللہ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا فرمایا جبرائیل! اللہ خود دیکھ رہا ہے۔ بے شک دیکھ رہا ہے۔ بچانے پہ بھی قادر ہے۔ بے شک قادر ہے' فرمایا تم درمیان میں کیوں پڑتے ہو؟ فرشتوں کا درمیان میں کیا واسطہ؟ یہ تو میری اور اسکی بات ہے۔ وہ میرے ساتھ ہے۔ میرے پاس موجود ہے۔ میں بھی اس کی مخلوق' آگ بھی اُسکی مخلوق' یہ کافر بھی اسکی مخلوق؟ یہ ساری مخلوق اسکی قبضہ قدرت میں ہے۔ وہ چاہتا تو انہیں سوچنے بھی نہ دیتا۔ وہ چاہتا تو انہیں آگ جلانے نہ دیتا۔ وہ چاہتا تو انہیں لکڑیاں لانے نہ دیتا۔ وہ چاہتا تو یہ سارے پروگرام بنانے نہ دیتا۔ اب اگر وہ تم سے زیادہ قریب ہے اور دیکھ رہا ہے تو میرے لئے یہ شرم کی بات نہیں کہ میں اُس کے سامنے تم سے مدد مانگوں۔ تم نے یہ نہیں سوچا چلے جاؤ اور فرشتوں سے کہو کہ یہ میرا اور میرے محبوب کا معاملہ ہے اُس میں تمہارا کچھ نہیں ہے اور اللہ ایسا قادر ہے کہ لپکتے شعلوں میں جب انہوں نے وہ پنگھوڑا چھوڑا تو اُدھر اُس نے حکم دیا۔

قلنا یا نار کونی بردا ہم نے حکم دیا آگ ٹھنڈی ہو جا۔ اور صرف ٹھنڈی نہیں وسلٰماً علی ابراھیم ابراہیم علیہ السلام کے لئے سلامتی بن جا۔ جہاں جا کر گرے جو جو لکڑیاں جل رہی تھیں وہ سرسبز درخت ہو کر پھولوں اور پھلوں سے لدکر کھڑی ہو گئیں اور کئی دن بعد نمرود نے جب محل پر چڑھ کے دیکھا تو دھواں کے بادل گرداگرد سے اٹھ رہے تھے اور دھویں کے درمیان ایک گلستان نظر آ رہا تھا۔ تو سمجھا ہر چیز خاکستر ہو گئی ہو گی لیکن آگ نے انداز گلستان پیدا کر دیا کیوں؟

یہ محبت ہے۔ اسے عشق کہتے ہیں۔ یہ جو تعلق تھا ابراہیم علیہ السلام کا رب العلمین کے ساتھ یہ محبت ہے۔

محبت کیا ہے تاثیر محبت کس کو کہتے ہیں
تیرا مجبور کر دینا میرا مجبور ہو جانا

اگر تو اس بات پہ راضی ہے کہ یہ تیرے گنہگار' فاسق' فاجر' بدکار' اور کافر مجھے جلادیں یہ تیری پسند ہے تو میں تیری پسند پہ راضی ہوں۔ میں جل جاؤں گا۔ کسی کو اس میں مداخلت کی کیا ضرورت ہے؟

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو بڑھاپے میں اللہ نے اسماعیل علیہ السلام جیسا فرزند عطا فرمایا۔ جن کی پیشانی پہ نور نبوت درخشاں تھا۔ حضرت ہاجرہ جیسی اہلیہ محبت کرنے والی۔ محبتوں کے بھی کتنے انداز ہیں۔ محبت تو اپنی ذات سے بھی ہوتی ہے۔ اپنی ضروریات سے بھی ہوتی ہے۔ اپنے اہل وعیال سے بھی ہوتی ہے۔ اولاد سے بھی ہوتی ہے۔ ماں باپ سے بھی ہوتی ہے۔ رشتہ داروں سے بھی ہوتی ہے۔ لیکن نبی کی محبت نرالی ہے کہ یہ ساری محبتیں قربان کر دینی پڑیں تو بندہ قربان کر دے۔ نبی کی محبت نہ چھوڑے۔ یہی اللہ کی محبت ہے۔ دوسری محبتوں سے اُس نے روکا نہیں ہے انسانی زندگی اس کے بغیر گزر نہیں سکتی لیکن و الّذین امنو اشدُّ حب للّٰہ۔ ایمان کا خاصہ یہ ہے کہ اللہ کی محبت شدید ہوتی ہے۔ باقی محبتیں اگر اُس کے درمیان آ گئیں تو وہ چھوڑ دی جاتی ہیں۔ اللہ کی محبت چھوڑی نہیں جاتی۔ اللہ کے نبی علیہ السلام تھے انہوں نے وحی سے اپنی اہلیہ کو آگاہ نہیں کیا۔ ننھے سے بچے کو اٹھایا۔ اہلیہ کو ہم رکاب لیا۔ چل پڑے مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ جہاں پڑاؤ ہوتا۔ جبرائیل امین علیہ السلام سے پوچھتے بڑے ویرانے میں آ گئے ہیں۔ کیا یہیں رہنا ہے۔ انہوں نے کہا! نہیں' ابھی تو بہت آگے جانا ہے۔ چلتے چلتے اس مقام پر پہنچے۔ جہاں بیت اللہ شریف ہے۔ طوفان نوح علیہ السلام میں اٹھالیا گیا تھا۔ چھوٹی سی پہاڑی تھی۔ گول سی ٹیکری تھی اردگرد وادیاں تھیں۔ اب بھی وہ وادیاں وہاں موجود ہیں ٹیکری بیت اللہ کے گرد وہ جگہ بھر گئی

کیسی عجیب خاتون تھیں؟ اللہ سے محبت کا یہ عالم تھا فرمایا اگر اللہ کا حکم ہے تو ہمارے لئے اللہ کافی ہے۔

ہے اور برابر ہو گئی ہے۔ فرمایا یہاں قیام کرنا ہے۔ کیسے قیام کرنا ہے؟ فرمایا اللہ کا حکم ہے بچے کو اور اہلیہ کو یہاں چھوڑ دیں اور آپ علیہ السلام چلے جائیں۔ عجیب بات ہے اتنا ویرانہ جس میں اتنی دیر ہم گھوڑے پہ چلتے رہے۔

یہاں تو کوئی پرندہ بھی نظر نہیں آتا' کہیں کوئی پانی کا نشان نہیں ملتا' کہیں پانی ہوتا' پرندہ ہوتا' کوئی سبزہ' نظر نہیں آتا' سیاہ جلے ہوئے پہاڑ ہیں۔ سورج نکلتا ہے تو سارے تانبے کی طرح تپ جاتے ہیں۔ اب محبت ایک عجیب جذبہ ہے۔ وہی اللہ کی محبت غالب آئی اہلیہ کو فرمایا مشکیزہ پانی کا اور چند کھجوریں تھیں۔ یہ رکھ لو۔ یہ بچہ ہے میں جا رہا ہوں اُس وقت انہوں نے پوچھا کہ اے اللہ کے نبی یہ کس جرم کی سزا ہے۔ ہمیں کس کے سپرد کر رہے ہو؟ فرمایا سزا نہیں' یہ اللہ کا حکم ہے اور اُس کے سپرد کر کے جا رہا ہوں کیسی عجیب خاتون تھیں؟ نبی کی اہلیہ تھیں اللہ سے محبت کا یہ عالم تھا فرمایا اگر اللہ کا حکم ہے تو ہمارے لئے اللہ کافی ہے۔ آپ علیہ السلام تشریف لے جائیے۔ آپ علیہ السلام وہاں سے تو بڑے دلیرانہ انداز میں گھوڑے پہ بیٹھ کے نکلے لیکن جب اُوجھل ہو گئے تو رُک گئے اور دعا کی۔

ربّ انی ترکت من ذریتی بود غیر ذی زرع۔ اے اللہ میں اُجاڑ بیابان میں اپنا سب کچھ چھوڑے جا رہا ہوں۔ اہلیہ اور اولاد کو یا اللہ انہیں ایسا آباد کرنا کہ یہاں دنیا کا تمام رزق مہیا کر دینا۔ اُس دن سے لیکر آج تک مکہ مکرمہ میں کسی موسم کی کوئی قید نہیں ہر موسم کا پھل سارا سال ملتا ہے اور دنیا بھر کی غذا سارا سال ملتی ہے اور لاکھوں لوگ جمع ہوتے ہیں کبھی کمی نہیں ہوتی۔

یہ سارے کیا ہیں؟ یہ سارے الفت کے رنگ ہیں۔ یہ سارے محبت کے انداز ہیں۔ اب جب حضرت ہاجرہ کو پانی کی کمی ہوئی اور آپؑ صفا اور مروہ پہ چڑھ کے پانی دیکھنے کو گئیں تو سیدنا اسماعیل علیہ السلام پیاس سے بے حال ہو کر لیٹے ہوئے تھے۔ آپؑ کا دودھ مبارک بھی سینہ اطہر میں خشک ہو گیا تھا۔ پیاس کی وجہ سے پانی کئی دنوں سے نہیں تھا۔ ننھا سا بچہ ایڑیاں رگڑ رہا تھا اور کوئی پاس نہیں ہے۔ تو آپؑ پریشان ہوتیں

جب آپؑ وادی میں اُترتیں اسماعیل علیہ السلام آنکھوں سے اوجھل ہو جاتے تو آپؑ دوڑ پڑتیں۔ پھر اگلی پہاڑی پہ چڑھتیں تو جہاں سے بچہ نظر آتا وہاں سے چلنا شروع کر دیتیں۔ پھر دوسری طرف آتیں جہاں گہرائی میں اُترتیں پھر دوڑنا شروع کر دیتیں جب اگلی پہاڑی پہ چڑھتیں صفا اور مروہ کے درمیان دوڑتی رہیں۔ سات چکر آپؑ نے لگائے۔ ساتویں چکر پہ جب مروہ پہ چڑھ کے دیکھا تو سیدنا اسماعیل علیہ السلام جہاں پاؤں رگڑ رہے تھے وہاں سے پانی کا چشمہ اُبل رہا تھا وہی آبِ زم زم ہے تب سے اَب تک ختم نہیں ہوا۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ پانی کو بہتا دیکھ کر مائی صاحبہ دوڑتی ہوئی آئیں اور اُس کے گرد ریت کی دیوار بنا کر حکم دیا۔ زم زم (ٹھہر جا)۔ تب سے اُس کا نام زم زم ہے اگر آپؑ اُسے نہ روکتی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ساری دنیا پہ بہتا چلا جاتا۔

یہ محبت کے انداز ہیں کہ اللہ کی ایک بندی نے اللہ کی محبت میں ثابت قدم رہ کر جہاں دوڑ لگائی تب سے لیکر قیامت تک کا ہر بندہ جو بیت اللہ میں جائے اُسے وہاں پر دوڑ لگانے کا حکم دے دیا کہ بے تابانہ دوڑ اور جہاں آپؑ چلی تھیں وہاں چلو اور جہاں آپؑ دوڑی تھیں وہاں دوڑو۔ عمرہ کرو تو صفا مروہ کی سعی کرنی پڑتی ہے حج کرو تو صفا مروہ کی سعی۔ حتیٰ کہ آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے وہاں دوڑ لگائی۔

اب بندہ کہے کہ مجھے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ سے محبت بھی ہے لیکن جیوں گا اپنی مرضی سے۔ تو یہ دو باتیں سچ نہیں ہیں۔ محبت تو وہ ہے جو بندے کو دیوانہ کر دیتی ہے' اُسے پاگل بنا دیتی ہے' لوگ کہتے ہیں یہ ایسا کیوں کر رہا ہے؟ بھلا عقل سے پوچھو عقل یہ مانے گی کہ بچے کو جا کر ویرانے میں چھوڑ آؤ۔ عقل یہ مانے گی کہ بغیر کسی سہارے کے چھوڑ کے چلے جاؤ۔ عقل یہ مانے گی کہ وہ بے تابانہ صفا مروہ میں دوڑیں وہاں دوڑنے سے کہاں سے پانی آ جائے گا۔ عقل کب یہ مانے گی کہ سارے فرشتے حاضر ہیں کہ جناب ہم آگ بجھا دیتے ہیں۔ کافروں کو تباہ کر دیتے ہیں۔ نہیں' تو آپ علیہ السلام کو اٹھا کر لے جاتے ہیں؟ تم اپنا کام کرو۔ یہ وارفتگی یہ عشق یہ محبت اسے دیوانگی کہیے بے وقوفی کہہ لیجئے۔ لیکن یہ انتہائی قیمتی دولت ہے اور یہی وہ دولت ہے جو سوائے محمد رسول ﷺ کے اور کہیں سے ملتی نہیں۔

محبت ایک جذبہ ایک کیفیت جو بندے کے اختیارات سلب کر لیتی ہے۔ اور محبت کا تقاضا یہ ہے کہ تمہاری پسند تو ختم ہو گئی

ہر نبی محبتوں کا امین تھا لیکن سارے دروازے بند ہو چکے اب ایک ہی دکان' ایک ہی دروازہ کھلا ہے اور وہ در ہے محمد رسول اللہ ﷺ کا' جو قیامت تک بند نہیں ہوگا' ہمیشہ کھلا ہے۔ اور کتنا کریم ہے رب اور کتنا کریم ہے اُس کا رسول ﷺ گزشتہ کا حساب نہیں لیتے۔ کتنے گناہ کوئی کر چکا ہے' جس دم صدق دل سے کہہ دے کہ مجھے محبت چاہیئے اُسی دن مالا مال کر دیتا ہے۔ پچھلا حساب بھی نہیں لیتے کہ تم آج تک کہاں تھے؟ تم چالیس پچاس برس کیا کرتے رہے؟ تم نے تو اتنے گناہ کر لئے تم نے تو اتنی برائیاں کر لیں۔ فرمایا کچھ بھی نہیں' جو بھی کر چکے ہو اُس کو چھوڑو فیصلہ یہ کرو کہ تمہیں کوئی ذرہ محبت کا چاہیئے یا نہیں۔ درد دل کی طلب ہے یا نہیں' عشق چاہتے ہو یا نہیں' چاہتے ہو تو فرمایا دامن پھیلاؤ یہاں صرف نعمت ہی نہیں ملتی دامن بھی عطا کر دیئے جاتے ہیں۔ دروازے پہ آ کر دیکھو لیکن اپنی ذاتی رائے' اپنی ذاتی اَنا' اپنی ذاتی عقلمندی' یہ چھوڑ کے جانا پڑتا ہے خالی ہاتھ جانا پڑتا ہے' تہی دست جانا پڑتا ہے' اپنے آپ کو مٹا کے جانا پڑتا ہے' کہ میں نہیں ہوں صرف تُو ہے۔

یہ ماہ مبارک ہمیں پھر سے یاد دلا رہا ہے کہ اللہ کا وہ حبیب ﷺ جو تمام جہانوں کو درد دل عطا کر سکتا ہے' اُس کی پیدائش کا مبارک مہینہ ہے آؤ جھولیاں بھر لو اللہ کریم سب کو توفیق ارزاں فرمائے۔ آمین

مراقبات ثلاثہ

فرمایا۔ کسی کو ایک ذکر میرے ساتھ نصیب ہو جائے تو اسے مراقبات ثلاثہ تک توجہ مل جاتی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ کب تک ان کو قائم رکھتا ہے۔ فرمایا کوئی بھی ایک دفعہ پکارے تو اس کی پکار بھی ضائع نہیں جاتی۔ شرط یہ ہے کہ اسے پکارنے میں بنیادی طور پر وہ خلوص وہ عقیدہ یا وہ درد موجود ہو جو اللہ کو پکارنے کے لئے چاہیئے

باتیں اُن کی خوشبو خوشبو

☆☆ حضرت مولانا اللہ یار خاںؒ کا مولوی فضل حسین کے نام خط ☆☆

از چکڑالہ

22-11-1963

السلام علیکم! گرامی نامہ مل کر کاشف حال ہوا۔ جواباً عرض ہے کہ بڑی خوشی سے حضرت فضل علی شاہ قریشیؒ صاحب کے مزار پر تشریف لے جائیں۔ تمام جماعت کے ہمراہ شمولیت فرمائیں اور حضرت مولانا عبدالغفور صاحب سے ملاقات فرمائیں۔ وہاں تو جناب کا اجتماع 16-15 دسمبر کو ہو رہا ہے میں نے جو عرض کی ہے کہ ملازمین طبقہ کو چھٹیاں دسمبر میں ہو رہی ہیں اور وہ اصرار کر رہے ہیں کہ دس دن دیئے جائیں۔ وہ چھٹیاں ۲۰ دسمبر کے بعد ہوں گی۔ آپ اس میں بھی شامل ہو سکتے ہیں، اور جناب کو ہر وقت اجازت ہے، وہاں سے چکڑالہ آنا زیادہ موزوں ہوگا۔

باقی آپ کا فرمانا کہ بعض جماعتی مخالف ہیں کہ سلسلہ اویسیہ میں فقیر فضل حسین فیض کیونکر لیتا ہے، یہ تو حضرت ان کی غلطی ہے، آپ عرض کریں۔ کہ اللہ یار تو پیر نہیں وہ تو بفرمان مشائخ صرف معلم سلوک، وتصوف ہے، کامیابی بدست قدرت ہے، تعلیم سلوک کی ضروری دوں گا جو آجائے اور یہ بھی محض اظہار نعمت خداوندی بحکم خدا کَمَا قَالَ اللّٰہُ تعالیٰ فَاَمَّا بِنِعمَتِہ ربّکَ فَحدِّث کر رہا ہوں۔ ورنہ ضرورت ہوتی اگر میں جانتا کہ کوئی آدمی صاحب حال اس بدکار سے پاکستان یا ہندوستان میں زیادہ کامل واکمل ہے تو یقیناً میں اس طرف ہر آدمی کی رہبری کرتا۔ اگر بندہ کے پاس حضرت مولانا عبدالغفور صاحب تشریف لائیں تو بھی ان کو میں بحیثیت خادم کے آگے چلانے کو تیار ہوں۔

عزیزم! آپ کو پاکستان وہندوستان میں کامل واکمل انسان سوائے اس بدکار کے نہ ملے گا۔ جو آدمی آنہ دو آنہ علم تصوف لے کر پھر رہے ہیں وہ بھی یقیناً حضرت مولانا فضل علی شاہ قریشیؒ صاحب کی برکت سے برکات یافتہ ہیں، ورنہ یہ چیز تو دنیا سے نابود ہو چکی ہے اس کی تلاش بھی دلوں سے نکل چکی ہے، انکا دن بدن زیادہ ہو رہا ہے، دکان دار پیروں نے قبر فروشی وہڈیاں فروشی شروع کر رکھی ہے، مذہب کے ڈاکو ہیں، لوگوں کی عزت ومال کے ڈاکو ہیں، ایمان کے لٹیرے ہیں۔ اس واسطے دنیا متنفر ہوگئی ہے، جو ہے وہ آنہ دو آنہ ہے، خود ناقص ہے غیروں کو کیا دے گا۔ بڑا غضب یہ ہے کہ جب خود مراقبات ثلاثہ سے یا سیر کعبہ یا فنافی الرسولؐ سے آگے کچھ نہیں جانتا تو لوگوں کو خواہ مخواہ کیونکر خراب کرتا پھرے۔ مگر کوئی اپنے نااہل ہونے کا کبھی اظہار نہ کرے گا۔ محض اس واسطے کہ مرید متنفر نہ ہو جائیں۔ کیا یہی سلوک ہے۔ یہی للّٰہیت ہے کیا اسی کو ولایت کہا جاتا ہے، یہ پیر کل کو خدا کے پاس کیا جواب دیں گے۔

جب حضرت فضل علی شاہؒ کے مزار پر جاؤ تو کوئی آدمی جس کو صحیح تڑپ سلوک کی ہو اور استعداد بھی حصول کی رکھتا ہو۔ تو اس کو میرا پتہ دینا۔ ہاں مولانا عبدالغفور صاحب سے بات کرنا کہ کیا یہ ناجائز ہے کہ جب اپنے سلسلہ میں سلوک حاصل نہیں ہو سکتا۔ تو دوسری طرف جائیں۔ باقی خود تشریف لاؤ تو کوئی بات نہ۔ جب جناب کو فرصت ہو اس وقت آپ کو کھلی اجازت ہے آجانا۔ مگر اول مطلع ضروری کیا کرنا۔ اگر ملازمین کے اجتماع میں داخل ہونا چاہیں تو بھی وہ 20 دسمبر کے بعد ہوگا آپ حضرت قریشیؒ صاحب کے مزار سے واپس ہو کر بھی شامل ہو سکتے ہیں، پتہ کر لیں کہ اجتماع کس مکان میں ہوگا غالباً ڈھلی ایک تنہا جگہ میں ہوں گے۔

کیا ایک استاد مر جائے تو دوم کے پاس سبق پڑھنا حرام ہوتا ہے مولانا عبدالغفور صاحب سے پوچھ لینا۔ خدا کا بندہ وہ ہے، جس کے دل میں یہ کدورت نہ ہو غرور، انانیت، تکبر، فخر سلسلہ ہوا تو پھر کیا فائدہ؟ والسلام